ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۴- جنوری ۱۹۶۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ھدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : من انفق زوجین فی سبیل اللہ نودی من ابواب الجنۃ : یا عبد اللہ ھذا خیر، فمن کان من اھل الصلوۃ دعی من باب الصلوۃ، و من کان من اھل الجھاد دعی من باب الجھاد و من کان من اھل الصیام دعی من باب الریان ، و من کان من اھل الصدقۃ دعی من باب الصدقۃ قال ابوبکر رضی اللہ عنہ : بابی انت و امی یا رسول اللہ ما علی من دعی من تلک الابواب من ضرورۃ فھل یدعی احد من تلک الابواب کلھا فقال نعم و ارجوا ان تکون منھم (متفق علیہ)

ترجمہ! حضرت ابو ہریرہ رض بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص راہِ خدا میں کوئی جوڑا (کسی چیز کا) خیرات کرے گا۔ اس کو جنت کے دروازہ سے یہ کہہ کر بلایا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے یہ دروازہ تیرے لئے بہتر ہے، چنانچہ نمازیوں کو باب نماز سے بلایا جائے گا اور مجاہدین کو جہاد کے دروازہ سے بلایا جائے گا اور جو روزے دار ہوں گے ان کو باب الریان (تروتازگی کا دروازہ) سے بلایا جائے گا ــ اور صدقہ کرنے والوں کو صدقہ کے دروازہ سے بلایا جائے گا (یہ حدیث سنکر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ، اس شخص کے لئے جو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے اس کی کوئی حاجت تو نہیں ہے پھر بھی کیا کوئی شخص ان دروازوں سے بلایا جائے گا ؟ آپ نے فرمایا جی ہاں! اور مجھ کو امید ہے کہ تم ان ہی لوگوں میں سے ہو گے (بخاری و مسلم)

عن سھل بن سعد رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان فی الجنۃ بابا یقال لہ الریان یدخل منہ الصائمون یوم القیامۃ لا یدخل منہ احد غیرھم یقال این الصائمون فیقومون لا یدخل منہ احد (متفق علیہ)

ترجمہ! حضرت سہل بن سعد رض سے روایت ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جنت میں ایک دروازہ ہے۔ جس کا نام ریان ہے اس دروازہ سے قیامت کے دن روزے دار ہی داخل ہوں گے ان کے سوا اس دروازے سے کوئی داخل نہیں ہو گا۔ جب روزے دار داخل ہو جائیں گے تو اس کو بند کر دیا جائے گا اور پھر اس دروازے سے کوئی داخل نہ ہو گا۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ما من عبد یصوم یوما فی سبیل اللہ الا باعد اللہ بذلک الیوم وجھہ عن النار سبعین خریفا (متفق علیہ)

ترجمہ! حضرت ابو سعید خدری رض رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک روزہ رکھے تو اللہ تعالےٰ اس ایک دن کی وجہ سے اس کو (جہنم کی) آگ سے بقدر ستر سال کی مسافت کے دور کر دیں گے (اس حدیث کو بخاری و مسلم نے ذکر کیا)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ ، متفق علیہ

ترجمہ! حضرت ابو ہریرہ رض رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کے لئے رکھے ۔ اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں (بخاری و مسلم)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جاء رمضان فتحت ابواب الجنۃ، و غلقت ابواب النار و صفدت الشیاطین (متفق علیہ)

ترجمہ! حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں ، اور شیاطین کو بند کر دیا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صوموا لرؤیتہ و افطروا لرؤیتہ فان غبی علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلاثین متفق علیہ و ھذا لفظ البخاری و فیہ روایۃ مسلم فان غم علیکم فصوموا ثلاثین یوما ــ

ترجمہ! حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند ہی دیکھ لینے پر روزوں کا افطار (اختتام) کرو ، اور اگر تم کو چاند دیکھنے میں بادل مانع ہو تو شعبان کے پورے ۳۰ روز (شمار) کر لو (بخاری و مسلم)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

خدام الدین

ہفت روزہ - شیرانوالہ گیٹ لاہور

سالانہ چندہ ۱۱ روپے
ششماہی چندہ ۶ روپے

جلد ۹ | ۲۴ جنوری سنہ ۱۹۶۴ء مطابق ۸ رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۳ھ | شمارہ ۳۵

عرب ممالک کی کانفرنس

مایوسی کے بادلوں میں امید کی کرن

قرآن پاک کا ارشاد ایک اٹل حقیقت ہے جس میں تخلف ناممکن ہے - اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا - وَمَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ ـــ

اور جو مصیبت تم کو درپیش ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کی کمائی ہے

آج اگر ایک طرف صدیوں کے بعد اسلامی ممالک نے آزادی کا سانس لیا تو دوسری طرف بعض ممالک میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں - ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں - جزیرہ قبرص بحیرہ روم میں واقع ہے - وہاں پہلے ترکوں کی حکومت تھی - پھر انگریزوں کا تسلط رہا - جنگ عظیم کے بعد وہ آزاد ریاست قرار دے دی گئی - اب وہاں یونانیوں کی آبادی زیادہ اور ترکوں کی کم ہے - چند دنوں سے مسلمان آبادی کے ساتھ یونانیوں نے جو وحشیانہ سلوک روا کر رکھا ہے اور بچوں بوڑھوں کا جس بے دردی سے قتل عام کر رہے ہیں - وہ صلیبی درندوں کی پرانی عادت ہے

یہی حال کشمیری مسلمانوں کا ہے - وہاں آبادی ان کی ہے - مگر غاصب ہندو حکومت نے ان پر بے تحاشا گولیاں چلانا اپنا معمول بنا رکھا ہے

ابھی مسلمان انہی دکھوں کا مداوا تلاش کر رہے تھے کہ بنگال سے روح فرسا خبریں موصول ہونی شروع ہوگئیں - کلکتہ اور مغربی بنگال میں ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے اور فوج بھی امن وامان قائم کرنے میں ناکام ثابت ہو رہی ہے - یہ تمام مصائب و آلام ہماری شامتِ اعمال کا نتیجہ ہیں - ہم انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح خود غرضیوں کے شکار اور اسلامی اعمال سے روگرداں ہیں - اللہ تعالٰے معاف فرمائیں - جیسے ایک فرد اپنے ذاتی مفاد کے لئے دوسرے انسان کو تکلیف دیتا ہے یا کم از کم یہ کہ اپنے مفاد کے حصول میں دوسروں کے نفع ونقصان کا خیال نہیں کرتا - اسی طرح ایک حکومت ایک ملک اور ایک قوم اپنی مقامی مصلحتوں کی خاطر عالم اسلام کے مصالح کو نظر انداز کر دیتی ہے - جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان ملک اپنی جگہ دشمنوں کے نرغے میں گھرا ہوا، معذورانہ پالیسی اختیار کرنے پر مجبور ہے

پاکستان، ایران اور ترکی امریکہ کے حلیف تھے - عرب ممالک پر مغربی دول نے ظلم کرتے ہوئے ان کے قلب میں یہودی اقتدار کا خنجر پیوست کر دیا - وہ کسی طرح امریکہ اور انگریز وغیرہ ممالک پر اعتماد نہیں کر سکتے تھے - ناچار وہ اپنے لئے حلیف تلاش کرتے رہے اور اسی طرح کبھی وہ بھارت کی طرف دیکھتے اور کبھی چین کی سمت للچائی ہوئی نظریں بڑھاتے ـــ الحمد للہ تعالٰے تاریکی کے ان بادلوں میں امید کی کرن چمکنے لگی ہے - جس کی ابتداء پاکستان کی خارجہ پالیسی کی تبدیلی سے ہوئی

اب اس کا دوسرا اہم قدم عرب ممالک کا اتحاد ہے - پہلے اغیار نے ان میں بھی پھوٹ ڈال رکھی تھی - مگر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ مصر کے صدر ناصر کی دور اندیشی سے بفضلہ تعالٰی پھر آپس میں قریب ہو رہے ہیں - پچھلے دنوں قاہرہ میں صدر ناصر نے تمام عرب ممالک کی کانفرنس بلائی ـــ اور اپنی دور اندیشی و دانشمندی اور رواداری کا مظاہرہ یوں کیا کہ اس نے ان ممالک کو بھی دعوت دی جو اس سے شدید ترین اختلافات رکھتے تھے ـــ غرض الجزائر، ٹیونس، مراکش، لیبیا، مصر، شام، عراق، لبنان، کویت، یمن، سوڈان اور سعودی حکومت کے بادشاہوں اور وزرائے اعظم نے اس کانفرنس میں شرکت کی ـــ

ان سب کا آپس میں مل بیٹھنا اسلام کا معجزہ ہے - اور اسلام ہی ہم کو اکٹھا کر سکتا ہے وہ صدر، وزیر یا بادشاہ، جو اسلامی اصول کو نہیں اپناتے وہ بالواسطہ عالم اسلام پر ظلم کرتے ہیں - بہرحال یہ کانفرنس نہایت خیر وخوبی سے ختم ہوئی اور اس سے اہل اسلام کی بڑی توقعات وابستہ ہوگئی ہیں

کانفرنس میں اس امر پر اتفاق ہوگیا ہے کہ فلسطین کے یہودی دریائے اردن کا رخ موڑ لیں گے تو ہم سب مل کر اس کے متبادل سکیم کو کامیاب بنائیں گے - یہ بھی فیصلہ ہوا کہ فلسطینی عربوں کا مسئلہ حل کرنے کے لئے فلسطینی عرب مہاجرین کو منظم کیا جائے اور سب سے زیادہ دل خوش کن امر یہ ہے کہ سب نے اس پر اتفاق کر لیا کہ متحدہ فوجی کمان بنائی جائے - جس کو پورے اختیارات حاصل ہوں اور اس کا سربراہ مصر کا فوجی افسر ہو - یہ تجویز عالم اسلام کے اتحاد کے لئے نہایت مبارک اقدام ہے - وہ لوگ غلطی پر ہیں جو عرب اتحاد کے خلاف اسلامی اتحاد کا نعرہ لگانے پر مصر کو مطعون کرتے ہیں - پہلے ان بیچاروں کو آپس میں ایک تو ہونے دیجئے تاکہ وہ اپنے پڑوسی دشمن سے عہدہ برآ ہوسکیں بعد میں جتنی چادر ہوگی وہ پاؤں پھیلا سکیں گے - اس طرح کی باتیں بغیر سوچے سمجھے کہی جایا کرتی ہیں - یا ان کے پس منظر میں دشمن کا ہاتھ ہوتا ہے - کون مسلمان ہے جو عالم اسلام کے اتحاد کو اللہ تعالٰی کی رحمت نہ سمجھتا ہو - مگر کیا ترکی حکومت امریکہ کے اشارے کے بغیر عربوں سے اتحاد یا امریکہ کے ٹاؤٹ یہودی کے خلاف محاذ میں شریک ہوسکتی ہے - بہرحال ہم کو حالات کا غور سے مطالعہ اور کرنا چاہئے اصلاح کے لئے مناسب اقدامات کرتے ہوئے اللہ تعالٰے سے دعا کرنی چاہئیے کہ وہ عربوں کو مکمل اتحاد واتفاق کی نعمت سے نوازے اور یہ اتحاد عالم اسلام کے اتحاد کا پیش خیمہ ثابت ہوسکے

وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ؕ



(مولانا غلام غوث ہزاروی)

(فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا -)

"نصیحت آمیز خطاب"

۱۳ جنوری سنہ ۶۴ء بمطابق ۲۷ شعبان سنہ ۸۳ھ بروز سوموار صبح علماء کرام کے دورۂ تفسیر کے دوران حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی مدظلہ، خطیب پاکستان، مسجد شیرانوالہ میں تشریف لائے۔ حضرت جانشین شیخ التفسیر مدظلہ نے اپنا سبق ختم کر کے حضرت قاضی موصوف مدظلہ سے کچھ ارشاد کرنے کے لئے فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے بہت مختصر وقت میں خطاب کیا جو بہت مفید ہے اور عجیب نصائح ہیں اس لئے ہدیہ قارئین کرام ہیں تاکہ استفادہ عام ہو جائے۔ والسلام:۔ خاکپائے حضرت الشیخ لاهوری رحمۃ اللہ علیہ
احمد عبد الرحمن صدیقی نوشهروی شریک دورۂ تفسیر سنہ ۸۳ھ لاهور

بزرگو اور دوستو دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس فیض کو جاری وساری رکھے۔ اور ہمیں توفیق دے کہ جو امانت ہمیں سلف نے دی ہے وہ ہم خلف تک پہنچا سکیں۔ (آمین)

مجھے ندامت ہوتی ہے جب بزرگ مجھے اس طرح نوازتے ہیں۔ میں تعمیل ارشاد کے لئے جو ایک بڑی سعادت ہے۔ چند باتیں عرض کر دیتا ہوں — ہمارے اکابر و مشائخ جب کوئی حکم دیں — اور وہ ہماری سمجھ میں نہ آئے تو ہم نہیں کرتے بلکہ ان کو اپنی منواتے ہیں۔ جس سے نقصان ہوتا ہے — مخدوم بننا آسان ہے خادم بننا مشکل ہے۔ مثلاً عرض کرتا ہوں۔ کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو اہل مدینہ استقبال کے لئے نکلے۔ حضرت صدیق رض نے ان لوگوں سے مصافحہ شروع کر دیا۔ لوگ انہیں نبی سمجھے۔ اس سے معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا عکس حضرت صدیق رض پر یوں تھا۔ کہ لوگ فرق نہ کر سکتے تھے۔ جب دھوپ ہونے لگی۔ تو ہی حضرت صدیق رض چادر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پہ تان کر کھڑے ہو گئے تاکہ سایہ ہو۔ اور بتا دیا کہ میں خادم ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخدوم ہیں۔ نفع حکم کی تعمیل سے ہوتا ہے۔ مشہور واقعہ ہے کہ درباریوں نے محمود غزنوی رح سے پوچھا کہ اس کو ایاز کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کیوں ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ کسی وقت بتلاؤں گا۔ ایک دن ایک بیش قیمت ہیرا آیا۔ درباریوں میں سے ہر ایک کو محمود غزنوی وہ ہیرا دکھلاتا رہا۔ سب نے اس کی خوب تعریف کی۔ تو محمود ہر ایک سے کہتا کہ اسے توڑ دو۔ سب نے انکار کر دیا کہ اس قیمتی ہیرے کو کیسے توڑیں۔ ایاز بھی سرہانے کھڑا تھا۔ محمود نے اس سے کہا کہ توڑ دو۔ اس نے فوراً توڑ دیا۔ سب درباری اس پر ناراض ہوئے کم عقل یہ تو نے کیا کیا۔ وہ کہنے لگا۔ میں نے موتی توڑا ہے۔ موتیوں والے کا حکم نہیں توڑا۔ جو پھر نہیں مل سکتا۔ موتی ملنا تو آسان ہے — واللہ العظیم میں بھی اسی طرح کر رہا ہوں کہ حضرت کے حکم کی تعمیل کے لئے کچھ عرض کر رہا ہوں۔ سب کچھ ادب سے آئیگا۔ اگر ادب نہ ہو تو حروف آجاویں گے۔ مگر نور قرآن سینے میں نہیں آوے گا۔ جب تک عقیدت کامل نہ ہو۔

آپ حضرات کو باہر جن فتنوں سے پالا پڑیگا۔ ان میں سب سے بڑا یہی ہے کہ اسلاف پر اعتماد ختم کیا جا رہا ہے۔ سب جدید ملحدین مفسرین، مجددین کا یہی نظریہ ہے۔ کہ سلف صالحین کے اعتماد کو ختم کر دیا جائے۔

یہاں میں حضرت شاہ صاحب رح کا ایک لطیفہ سناؤں۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نور و بشر کا جھگڑا لوگ کرتے ہیں۔ مگر غلط طور سے۔ اگر سوال یوں ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آدمی ہیں تو ہم نہیں اور اگر ہم آدمی ہیں تو حضور نہیں۔ اس میں سے حضور کو آدمی تسلیم کر لیتے تو بہتر تھا۔ یعنی وہی عبد کامل تھے۔ ہم نہیں۔ مگر ان لوگوں کو غلطی لگی۔ اپنے آپ کو آدمی سمجھ بیٹھے جس کی وجہ سے حضور کی آدمیت سے انکار کر دیا یہ ان کو دھوکا لگا۔

آج جو فساد ہے وہ عدم اعتماد علی السلف ہے۔ آج سب کہتے ہیں۔ قرآن کے جو معنے ہم کرتے یا سمجھتے ہیں وہ صحیح ہیں۔ حالانکہ کسی سے پڑھا بھی نہیں ہوتا

آپ کو مبارک ہو جس گروہ سے آپ تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت لاہوری رح و حضرت مدنی رح کا گروہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں انہی سے متعلق رکھے۔ اور انہی کے ساتھ حشر فرمائے آمین یہ سلسلۃ الذھب ہے۔ جو کچھ آپ پڑھ رہے ہیں سب کی سند موجود ہے اور حضور ص سے لے کر حضرت شیخ لاہوری رح تک بڑے بڑے اکابر و اولیاء موجود ہیں۔ جس طرح سلسلہ نسب منقطع ہو جائے تو وراثت کا حقدار نہیں ہوتا۔ اسی طرح جسے سلسلہ بسلسلہ فہم قرآن و حدیث نہیں پہنچا ہو۔ وہ عالم نہیں ہو سکتا۔ اب پرویز و مودودی نے کس سے پڑھا ہے جو شارحین قرآن بن بیٹھے ہیں۔ بتائیں تو سہی۔

ایک ہے کلام۔ ایک ہے معنیٔ کلام۔ اور ایک ہے مفہوم متکلم۔ مثلاً "جی" کا لفظ ہے۔ اس سے تائید بھی ہوتی ہے اور چیلنج بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ فرمایا کرتے ہیں کہ "کیا بات ہے" ایک حیثیت سے سوال ہے دوسری طرف سے تحسین ہے اور تیسری طرح سے توہین ہے۔ تو لفظ ایک ہے معانی تین ہیں۔ اور وہ متکلم کو دیکھ کر ہی معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں صرف نقوش سے فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ تو اس کو معلوم کرنے کے لئے متکلم کے چہرے کو دیکھنا ہوگا۔ جب دیکھنے والوں کو درمیان سے ہٹا دو تو سمجھ میں کیسے آویگا۔ اسی لئے صحابہ کرام پر اور سلف صالحین پر اعتماد کرنا ہوگا مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مدظلہ نے ترجمان السنۃ میں ایک شعر لکھا ہے بہت عمدہ ہے ؎

خدا نہیں ملتا مصطفےٰ کے بغیر
اور مصطفےٰ نہیں ملتا صحابہ کے بغیر

قرآن مجید کی یہ خدمت و فکر جو جاری ہے، جو سلف نے محنت سے ہم تک پہنچائی ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے اور سمجھانے کی صلاحیت عطا فرمائے۔ آمین

جہاں جہاں تراویح ہوں گی۔ اس کا ثواب فاروق اعظم رض کو بھی ہوگا۔ آپ جو کہا کرتے ہیں۔ کہ "رفض میں حفظ" نہیں اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ روافض تراویح پڑھتے ہی نہیں پہلے تو قرآن حفظ نہیں ہوتا۔ اگر ہو جائے تو دوہراتے نہیں۔ جس کی وجہ سے حفظ باقی نہیں رہتا۔ تو یہ صلوٰۃ التراویح طریقہ حفظ ہے ہمارے اس ملک میں قرآن سمجھنے۔ پڑھنے کا جو ذوق حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے پیدا

باقی صفحہ ۶

خطبہ جمعہ یکم رمضان سنہ ۱۳۸۳ھ ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۶۴ء

روزہ بہیمیت کے زہر کا تریاق ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور مد ظلہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اَمَّا بَعْدُ

بزرگانِ محترم!

اسلامی معاشرہ میں روزہ کو خاص اہمیت حاصل ہے یہ انسان کو حقیقت میں انسان بناتا ہے ۔ ملکیت اس سے ابھرتی ہے اور بہیمیت مغلوب ہو کر رہ جاتی ہے

ملکیت اور بہیمیت

انسان دو چیزوں جسم اور روح سے مرکب ہے ۔ انسان نہ فقط جسم کا نام ہے اور نہ محض روح کا ــــ بلکہ دونوں کے مجموعے کو انسان کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جسم کی ترکیب عناصر سے ہے ۔ چنانچہ ماں کے رحم میں ترکیب تام ہو جانے اور جسم کا ڈھانچہ تیار ہو جانے کے بعد امر الٰہی سے اس میں روح پھونک دی جاتی ہے جس کی وجہ سے اس میں حس و حرکت پیدا ہو جاتی ہے روح کی دو قسمیں ہیں ــــ روح حیوانی اور روح انسانی ــــ روح حیوانی سے مراد وہ روح ہے جس کے جسم میں موجود ہونے کے باعث انسان چلتا پھرتا ، کھاتا پیتا ، کام کاج کرتا اور دنیوی اصطلاح میں زندہ کہلاتا ہے ۔ اگر یہ روح بدن سے نکل جائے تو انسان کو مردہ کہا جاتا ہے ــــ روح حیوانی انسان کی طرح باقی تمام حیوانات میں بھی موجود ہے ۔ مگر روحِ انسانی فقط انسان کو نصیب ہے اگر جسم میں اس کا غلبہ رہے اور روحِ حیوانی مغلوب رہے تو انسان واقعی انسان بن جاتا ہے ۔ لیکن اگر روحِ حیوانی بے قابو ہو جائے یا جسم میں اس کا غلبہ ہو جائے تو انسان ۔ انسان ہی نہیں رہتا ۔ وحشی اور خونخوار درندوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے ــــ روح انسانی کو بعض بزرگوں نے روحِ الٰہی کے نام سے تعبیر کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ یہ ایک نقطۂ نورانی ہے جو رب العالمین کی طرف سے انسان کو عطا ہوتا ہے ۔ اس کا نام حکمار شریعت نے ملکیت رکھا ہے اور روحِ حیوانی کو بہیمیت کا نام دیا ہے ــــ

ملکیت اور بہیمیت کے تقاضے

ملکیت اور بہیمیت کے طبعی تقاضے بالکل الگ الگ ہیں ۔ بہیمیت عالم ناسوت (مادیات) کی پیداوار ہے ۔ اس لئے مادی چیزیں اس کو زیادہ مرغوبِ طبع ہیں ۔ عمدہ عمدہ کھانے ، لذیذ مشروبات ، بے انداز مال و دولت ، لذات و شہوات کے سامان اور سر بفلک مکانات اور کوٹھیاں اس کو طبعاً عزیز ہیں ۔ اس کے برعکس خدا کی یاد ، اس کی تسبیح و تقدیس میں رطب اللسان رہنا ، دل و دماغ کو فکر رب میں مصروف رکھنا ، جسم کے تمام اعضاء کو اللہ جل شانہ کے احکامات کے مطابق حرکت میں لانا ، عالم ملکوت میں ملائکہ عظام کے زمرہ میں شامل ہونے کے لئے عالم ناسوت کی اشیاء سے بے رغبتی کا جذبہ بڑھانا ، عصیان و طغیان اور قانونِ الٰہی سے بغاوت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا ملکیت کی مرغوباتِ طبع ہیں گویا ملکیت اور بہیمیت کے تقاضے ایک دوسرے سے قطعاً متضاد اور متباعد ہیں ۔ ملکیت جس چیز کو پسند کرتی ہے بہیمیت اس سے دور بھاگتی ہے اور جو شے بہیمیت کو مرغوب و محبوب ہے ... ملکیت اسے ایک ثانیہ کے لئے بھی لائقِ اعتنا نہیں سمجھتی ۔ غرض دونوں کے تقاضوں اور خواہشات کا آپس میں کوئی واسطہ اور علاقہ نہیں ، مگر وجود انسانی کے لئے دونوں ہی ازبس ضروری ہیں ۔

انسان کا کمال

یہ ہے کہ حیوانیت یعنی بہیمیت کو ملکیت کے تابع رکھے اور حیوانیت کو بے قابو نہ ہونے دے ۔ اس طرح حیوانیت کے افعال بھی ملکی افعال ہو جائیں گے اور انسان ملائک سے بھی بازی لے جائے گا ۔ فرشتے بہیمیت سے قطعی پاک ہیں ۔ لیکن اگر ایک انسان باوجود موانع کے جو بہیمیت کے آثار میں مقتضاء ملکیت کے مطابق کام کرتا ہے تو اس کا درجہ فرشتوں سے بھی افضل ہو جاتا ہے ۔ اس کے علی الرغم اگر انسان حیوانیت پر قابو نہ پا سکے تو وہ الفاظِ قرآنی میں چارپایوں سے بھی بدتر ہے ۔ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ ط

حیوانی زہر کا تریاق

محترم حضرات ! درحقیقت حیوانیت ہی انسان کو برائیوں پر اُبھارتی ہے اور اسے اوصاف حمیدہ کے قریب نہیں آنے دیتی اگر کوئی شخص بہیمیت پر قابو پالے اور ضبطِ نفس اور تحمل کا خوگر ہو جائے تو وہ فتنہ انگیزی کے قریب بھی نہ پھٹکے گا ، شرارت اس کے دل و دماغ میں راہ بھی نہ پاسکے گی اور خواہشات نفسانی اسے برائیوں پر آمادہ ہی نہ کر سکیں گی ۔ چنانچہ تمام برائیوں سے بچنے کا بہترین علاج یہی ہے کہ انسان کے حیوانی زہر یعنی بہیمیت کو باہر نکال دیا جائے ۔ اس زہر کا تریاق شریعت اسلامیہ نے روزہ تجویز کیا ہے ۔ روزے سے قوتِ حیوانی کمزور پڑ جاتی ہے اور اس طرح انسان برائیوں سے رُک جاتا ہے ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں بہیمیت کی اثر آفرینیوں کا باعث کھانے پینے میں غلو اور لذائذ شہوانیہ میں بے جا انہماک قرار دیا ہے ۔ شریعت نے اس جذبہ کو کم کرنے اور اعتدال و احتیاط کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کے لئے تقلیلِ غذا اور تقصیرِ لذائذِ شہوانیہ کا نسخہ روزہ کی صورت میں تجویز کیا ہے ہادیٔ برحق (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد گرامی ہے

فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّہٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَہٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ

روزہ دار نہ عورتوں سے میل جول کی باتیں کرے اور نہ شور و غل مچائے اگر اسے کوئی گالی بھی دے یا لڑائی کرے (تو خود اس کے مقابلہ میں کچھ نہ کرے) اتنا کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں ۔ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے

اس حدیث کی شرح ان الفاظ میں کی ہے؟
۱۔ ترکِ رفث :۔ میں اقوال اور افعال شہوانی سے روکنا مراد ہے۔
۲۔ ترکِ صخب :۔ میں درندوں کی طرح شور وغل کرنے سے روکنا مطلوب ہے۔
۳۔ ترکِ سبّ :۔ میں مطلق اقوال قبیحہ سے روک تھام ہے۔
۴۔ ترکِ قتل :۔ سے مراد مطلق افعال قبیحہ سے ممانعت ہے۔

اِنّی صائمٌ

روزہ دار پر جب کسی بیہودہ گو، ظالم اور جاہل کی طرف سے حملہ ہو تو اتنا کہہ دے (بشرطیکہ اس کہنے سے اس کی طبیعت میں ریا نہ آئے) کہ مجھے روزہ ہے اس لئے میں تمہارا مقابلہ کرنے سے معذور ہوں۔ بعض شارحینِ حدیث کا خیال ہے کہ زبان سے کہنا بھی ضروری نہیں بلکہ دل میں روزے کا خیال کرکے مقابلے سے باز رہے

دوسری حدیث

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ

ڈھال کے ذریعے سے انسان دشمن کے وار سے بچتا ہے۔ پہلی حدیث شریف میں جو بیان ہوا ہے کہ روزہ دار اقوال و افعال شہوانی اور درندگی سے اپنے آپ کو بچائے فتنہ و فساد کو بجھائے دیکھو تو اگر گالی اور لڑائی کا جواب اسی طرح دیتا تو فتنہ بپا ہوتا۔ اب روزے کے سبب سے وہ آگ بجھ گئی، حاصل یہ نکلا کہ اس نے گویا روزے کی ڈھال سے شیطان اور نفس کے وار کو روکا۔ اور حیوانیت سرپیٹ کر رہ گئی۔

حافظ ابن رجب حنبلیؒ

ایک بزرگ کے متعلق نقل فرماتے ہیں ان کا ارشاد ہے :۔

تم جب روزہ رکھو تو تمہارے کان، آنکھ، زبان بھی حرام باتوں سے روزہ رکھیں پڑوسیوں کو تکلیف نہ دو، تم پر وقار اور سنجیدگی کی کیفیت پیدا ہو جائے

ظاہر ہے اس سے بہتر انداز میں بہیمت کا سر کچلنے کے لئے اور کیا تدابیر ہو سکتی ہیں یہ روزہ ہی ہے جو بہیمیت کا زہر جسم سے نکال باہر پھینکتا ہے اور ملکیت کو نشو و نما پانے کا موقع ملتا ہے۔ حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے...... فرمایا ہے کہ روزہ سے انسان کو فرشتوں کی مشابہت حاصل ہوتی ہے اور وہ ملائکہ کا محبوب بن جاتا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بقیہ :۔ نصیحت آمیز خطاب

کیا ہے۔ سب علماء کو متوجہ کر دیا ہے اکثر اسلامی ممالک میں ان کے شاگرد موجود ہیں جب تک شمس و قمر اور یہ زمین و آسمان ہوں گے۔ حضرتؒ کو ثواب انشاء اللہ ملتا رہے گا۔

سمجھنے کے لئے محبت و عقیدت ضروری ہے، اگر کوئی پیاسا کنویں کے قریب آ بھی جائے جس میں خوب پانی ہو مگر اپنا برتن الٹا کر ...بیٹھ جائے تو قیامت تک پیاس نہیں بجھ سکتی۔ اسی طرح ظرفِ عقیدت و محبت کو سیدھا کرکے بیٹھو تاکہ فیض مل سکے۔

اب دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضورؐ کے طفیل قرآن و حدیث کی سمجھ دے۔ اور اکابرین حضرت لاہوریؒ کے نقش قدم پر چلائے خاتمہ بالایمان فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

[illegible]

حضرت مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی

ماہِ مبارک کا خیر مقدم اور روحانی استقبال

اللہ میاں سے محبت و الفت کی باتیں

نماز، روزہ، عید الفطر و صدقہ فطر کے عاشقانہ رموز

کیا ایسا بھی کوئی مسلمان ہو سکتا ہے جو کلمۂ اسلام نہ جانتا ہو؟ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کلمۂ اسلام ہے کیونکہ اسی پر اسلام کا مدار ہے۔

اس کا عام ترجمہ یہ ہے

"نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں"

ترجمہ بالکل صحیح ہے۔ مگر کیا یہ کوئی کہاوت ہے۔ کوئی دوہا ہے کہ زبان سے رٹ لگائی جائے، اور دل میں کچھ نہ ہو۔

نہیں ایسا نہیں یہ کلمہ دل کے جذبہ کا ترجمان ہونا چاہیئے۔ یہ کلمہ ایک معاہدہ ہے۔ اور اس معاہدہ کے مختلف درجے ہیں معاہدہ کا پہلا درجہ یہ ہے۔

اَمَرَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ

ترجمہ! "اللہ کا حکم ہے کہ مت عبادت کرو مگر صرف اسی کی"

یعنی ابتدائی اور سب سے پہلا درجہ تو یہ ہے کہ "لا الٰہ الا اللہ" اس بات کا عہد ہے کہ اللہ رب العزت کے علاوہ کسی کی عبادت اور پوجا نہ ہوگی —

اچھا تم کسی کو کیوں پوجتے ہو؟

اس لئے کہ وہ مقصود ہے۔

اس لئے کہ وہ مطلوب ہے

اس لئے کہ وہ محسن ہے

اس لئے کہ وہ محبوب ہے

کیا یہ سب باتیں اللہ تعالےٰ میں ہیں؟

بے شک ہیں۔

وہ رب العالمین ہے۔ وہ ارحم الراحمین ہے۔

اس کا ارشاد ہے:۔ وَسِعَتْ رَحْمَتِیْ کُلَّ شَیْءٍ — ترجمہ: میری رحمت ہر چیز پر عام ہے۔

اُس کی یہی رحمت ہے اور اس رحمت کا مظاہرہ ہے۔ کہ اُس نے اپنے کلام پاک میں اپنے لئے تقریباً چھ سو جگہ اسم "اللہ" استعمال کیا ہے۔ تو اس سے زائد یعنی تقریباً سات سو آیتوں میں اس نے اپنے لئے لفظ "رب" کا خطاب اختیار فرمایا ہے (یعنی ذات) کا مظاہرہ اتنا نہیں جتنا شانِ ربوبیت کا —

وہ رؤف بالعباد (بندوں پر بہت زیادہ مہربان) ہے

اس کا فرمان ہے۔

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ

ترجمہ! مجھے پکارو میں تمہاری دُعا قبول کروں گا

وہ جس طرح نیکو کاروں کو بشارت دیتا ہے کہ — اِنَّ رَحْمَتَ اللہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۔

ترجمہ:۔ بے شک اللہ کی رحمت نیکو کاروں کے قریب ہے۔

اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ شفقت اور مہربانی کی بارش برساتے ہوئے خطا کاروں اور گنہگاروں کو اطمینان دلاتا ہے

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللہِ

ترجمہ:۔ اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو —

فریضۂ عبادت کی حقیقت

بے شک وہ احکم الحاکمین بھی ہے ملک الناس (انسانوں کا بادشاہ) بھی ہے وہ مالک یوم الدین بھی ہے مگر فریضۂ عبادت کیا، ایسا جبری اور قہری فرمان ہے جیسا جبار و قہار بادشاہوں کی طرف سے ہوا کرتا ہے۔ اور اس بنا پر یہ نماز کیا ایک جبری ڈیوٹی ہے جو فوج کے سپاہیوں کی طرح لا محالہ جبراً و قہراً انجام دینی چاہیئے یا پیغام محبت ہے اور راہ و رسم الفت ہے جو محب اور محبوب میں ہونی چاہیئے؟

قرآن حکیم بتاتا ہے کہ ایک مومن کا رشتہ خدا کے ساتھ محبت کا رشتہ ہے

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

ترجمہ:۔ "جو ایمان والے ہیں وہ اللہ کی محبت میں بہت پکے ہوتے ہیں" ان کو سب سے زیادہ محبت اللہ سے ہوتی ہے۔

اسی طرح ارشاد ہے:۔

وَاللہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ —

ترجمہ:۔ اور اللہ بھی نیکو کاروں سے محبت فرماتا ہے —

پنج وقتہ نماز میں اسی محبت کی سرگوشیاں ہوتی ہیں —

اَلْمُصَلِّیْ یُنَاجِیْ رَبَّہٗ

ترجمہ! نماز پڑھنے والا اپنے رب سے سرگوشیاں کرتا ہے۔

کسی قدر تفصیل ملاحظہ فرمائیے!

غور کیجئے نماز میں چار ہیئتیں یا چار پوزیشن اختیار کئے جاتے ہیں

(۱) کھڑے ہو کر (۲) جھک کر (۳) زمین پر ماتھا ٹیک کر (۴) دو زانو بیٹھ کر۔

ان چار ہیئتوں (پوزیشنوں) میں کس مضمون کو دہرایا جاتا ہے۔ وہ کیا تصور ہے جس کو بار بار پختہ کیا جاتا ہے۔

غور فرمائیے ایک ہی تصور ہے جس کو ہر ایک ہیئت میں پختہ کیا جا رہا ہے یعنی اللہ کے رب ہونے کا تصور، چنانچہ جب آپ کھڑے ہوتے ہیں تو لا محالہ پڑھنا پڑتا ہے:—

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

یہ کیا ہے؟ ربوبیت، رحمت، رحیمیت کی یاد دہانی۔ شفقت، مہربانی، اور محبت کی پختگی، پیمانِ الفت کی توثیق۔

رکوع میں:۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ ۝

سجدہ میں:۔

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی

ان تینوں پوزیشنوں میں مرکزی تصور جو مٹنے نہیں پاتا، کیا رہا؟ رب، ربوبیت پرورش، بے انتہا شفقت، جس کے لئے

لازمی ہے۔ بے انتہا محبت، الفت، عشق وارفتگی عشق، وہ عشق جو تصور محبوب کو ہر چیز پر غالب کر دے وہ عشق جو نا دیدہ محبوب کو بھی دیدہ بنا دے۔ اس طرح گویا وہ تجلی فرما ہے اور آپ اس کے دیدار سے سرشار ہو رہے ہیں۔

تعبد اللہ کانک تراہ

یعنی محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین یہ ہے کہ عبادت اس طرح کرو کہ گویا دیدار محبوب کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

چوتھی ہیئت:۔ دو زانو بیٹھنا۔

یعنی آداب بجا لانے کے بعد مجلس میں حاضری۔

یہاں جو کچھ بھی ہے از اوّل تا آخر۔ آداب محبت کی بجا آوری یا یہ کہو کہ مراسم محبت کا تبادلہ۔ ملاحظہ فرمایئے:۔

آپ اپنی جانب سے بدنی، مالی اور ہر قسم کی تعظیمات، محبوب اکبر یعنی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش کر رہے ہیں۔ جب آپ یہ پڑھ رہے ہیں۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ

ترجمہ! (یعنی) تمام تعظیمیں تمام بدنی اور مالی احترامات صرف اللہ کے لئے ہیں۔

اس پیش کش کا ثمرہ کیا ہے؟

سلام اور رحمت

محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ خود ان پیش کرنے والوں پر اور تمام صالح بندوں پر۔

مختصر یہ کہ اسی کلمۂ اسلام یعنی "لا الٰہ الا اللہ" کا دوسرا اسٹیج یعنی معنوی حیثیت یہ ہے۔ کہ آپ عہد کر رہے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی مطلوب و مقصود نہیں، کوئی محبوب نہیں۔

جس طرح اس کی شان ربوبیت اپنی شفقتوں، رحمتوں، مہربانیوں کے وسیع دامنوں میں ہم ناکاروں کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ تو ہماری فطرت کے آبگینے بھی اسی نور سے تاباں اور درخشاں ہو کر اپنی عبدیت، والہانہ نیاز مندی اور عشق و محبت کی سرمستی اس کے آستانۂ تقدس پر نچھاور کر رہے ہیں۔

اور نہ صرف نماز میں بلکہ زندگی کے تمام لمحات میں ہمارا نصب العین یہ ہے۔

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

ترجمہ! بے شک میری نماز میری تمام قربانیاں، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

گیارہ ماہ رات اور دن کے پانچ اوقات میں محبت والفت کے ان جذبات کو پختہ کرتے رہنے کے بعد ایک موسم آتا ہے۔ جب رب اکبر اور محبوب حقیقی کی تجلیات نئے انداز سے نکھرتی ہیں یہ روحانیت کا موسم بہار ہے۔ تمرد و عصیان کے خس و خاشاک ظلم و گناہ کے جھاڑ جھنکاڑ، طاغوتیت و شیطنت کے خار دار درخت فنا تو نہیں ہوتے مگر یہ موسم ایسا ہے کہ رحمت خداوندی کی نئی نئی کلیاں چٹختی ہیں۔ انداز نوازش کے سنبل و ریحان شگفتہ ہوتے ہیں۔ الطاف.. خداوندی کے گلشنوں کی چمن بندی کی جاتی ہے۔ اب کہاں ہے الفت و محبت کا وہ متوالا جو دن اور رات کے پانچ اوقات میں کھڑے بیٹھے ماتھا ٹیک کر اور پیشانی جھکا کر رب رب پکارا کرتا تھا وہ آگے بڑھے، محبوب کی عنایتوں اور اس کی توجہات سے دامن پُر کرے۔

ہاں یہ آ رہا ہے، عاشق سرمست آ رہا ہے۔ محبوب سے تقرب کی تمنائیں لئے ہوئے آ رہا ہے۔

اب تک وہ رب رب پکار رہا تھا وہ رب کی ربوبیت کا صرف تذکرہ کر رہا تھا اب اس تقرب کے دور میں جامۂ ربوبیت کے زریں تاروں کو اپنے اوپر سجا کر آ رہا ہے۔

شان ربوبیت یہ ہے کہ اپنی حاجتوں سے بے نیاز، دوسروں کے لئے حاجت روا۔ یہ جس کو صائم کہتے ہیں۔ آج وہ اسی شان سے جلوہ گر ہے۔ یہ بات تو نہیں کہ محبوب حقیقی کی طرح اس کی فطرت ہر ایک حاجت سے بے نیاز اور ہر ایک آلائش سے پاک اور مقدس ہو گئی ہو مگر رنگ اس نے وہی اختیار کر لیا ہے جو اپنی حاجتوں سے بے نیاز کا ہونا چاہیئے۔ اور یہ رنگ اس پختگی سے اختیار کیا ہے کہ بند کمرے میں جہاں اس کے محبوب حقیقی کے سوا کوئی دیکھنے والا نہیں آب سرد کا جام سبو اور آج کل کے فیشن کے مطابق درف ری جیٹر) برف کی ٹھنڈی الماری اس کے سامنے ہے وہ اگر چاہے تو تنہائی میں پوری بوتل چڑھا کر اپنی تشنہ لبی دور کر سکتا ہے۔

شدید گرمی ہے باہر سے چل کر آیا ہے۔ بدن سے بخارات نکل رہے ہیں۔ زبان پر خشکی سے کانٹے پڑ رہے ہیں اور ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی ہیں مگر کیا مجال کہ دو ایک قطرہ بھی حلق سے نیچے اتار لے اگر وہ کلی بھی کرتا ہے تو پوری احتیاط سے۔ اس کا یہ اخلاص اس کے قدردان محبوب حقیقی کو بھی پسند آتا ہے اس نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لسان نبوت سے بھی اس کو سند دے دی ہے

اَلصَّوْمُ لِیْ ہاں بے شک یہ روزہ جو خلوت اور تنہائی کی تاریک کوٹھڑی میں بھی صداقت کے جلوے دکھا رہا ہے، بے شک میرے لئے (رب اکبر کے لئے) ہے۔ بے شک یہ میری ہی خاطر کھانا پینا اور اپنی تمام خواہشات ترک کئے ہوئے ہے اس کے اخلاص کی قدر افزائی یہ ہے کہ اس کی بھوکی پیاسی آنتوں سے ایک خاص مہک لئے ہوئے جو بُو مُنہ سے نکلتی ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بُو خدا کے نزدیک مشک سے زیادہ طیب اور پاکیزہ ہے اور سلسلۂ ثواب و انعام، ثواب و جزا کے تمام قانون سے بالا صرف خدا تعالےٰ کی عنایتوں اور نوازشوں کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ یعنی قاعدہ تو یہ ہے کہ نیکی کا بدلہ دس گنے سے شروع ہو کر سات سو گنے تک پہنچتا ہے مگر روزہ دار کا اخلاص جس طرح اپنی شان نرالی رکھتا ہے۔ جس کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی

مگر یہ شان ربوبیت کا صرف ایک پہلو ہے یعنی اپنی حاجتیں نظر انداز کر دینا لیکن شان ربوبیت کا دوسرا پہلو اس سے بھی اہم ہے یعنی دوسروں کی حاجتیں پوری کرنا رب العالمین کے پرستار "سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ" کے ورد کرنے والے کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اس کے دوسرے پہلو کو بھی اتنا ہی نمایاں کرے وہ قوم و ملت کی اجتماعی اور انفرادی ضرورتوں پر نظر ڈالے اور پورے ایثار اور حوصلہ مندی سے یہ حاجتیں پوری کرے ارشاد ہے:۔

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ

ترجمہ! اللہ تعالےٰ کے جو اخلاق و خصائل ہیں وہ تم بھی اختیار کرو"

ایک روزہ دار اور باخلاص روزہ دار کا فرض ہے کہ وہ حاجت روائی اور امداد و اعانت کے سلسلہ میں اس ارشاد کا عملی نمونہ بن کر بارگاہِ محبوب حقیقی سے سند تحسین حاصل کرے۔

عام طور پر اصحاب استطاعت اسی مہینہ میں فرض زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بے شک یہ ایک پسندیدہ عمل ہے جب کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ اس ماہ میں نفل اور مستحب کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب بار ہا زائد ملتا ہے تو ظاہر ہے فرض زکوٰۃ کی ادائیگی اس ماہ میں بار ہا زائد ثواب کی مستحق ہوگی ـــ

مگر یہ ثواب تو صرف فرض کی حد تک ایک بات ہوگی جسے ایک قانون اور ضوابط کی کاروائی کہنا چاہیئے۔ عشق و محبت کی وارفتگی تو قانون کی پابند نہیں ہوا کرتی ہے

عشق چوں خام است باشد ناموس و ننگ
پختہ مغزان جنوں را کے حیا زنجیر پاست

دیکھو محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم جن کی محبت کا ہر مسلمان دم بھرتا ہے آپ پر تو زکوٰۃ کبھی بھی واجب نہیں ہوئی۔ کیونکہ وجوبِ زکوٰۃ کے لئے حولان حول شرط ہے۔

یعنی زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے۔ جب مثلاً ۵۲ تولہ چاندی یا سات تولہ سونا یا اس کی قیمت کا تجارتی مال سال بھر تک رکھا رہا ہو۔ اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کدہ میں سونا چاندی پورا سال تو کیا ایک رات بھی نہیں گزار سکتا تھا۔ شانِ نبوت اس کو گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ اس کے "کاشانۂ توکل" میں سونے چاندی کی قسم کی کوئی چیز ایک رات بھی رہ سکے۔ اِلّا یہ کہ وہ امانت ہو یا کسی مستحق کا واجبی مطالبہ ہو ـــ

لیکن سامان زکوٰۃ سے اس درجہ و احتیاط واجتناب کے باوجود محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سخاوت یہ تھی کہ سال بھر اگر وہ بارش کی مثال پیش کرتی تو رمضان شریف اور بالخصوص آخری عشرہ میں موسلا دھار بارش ہو جاتی تھی ـ

پس روزہ دار نے کھانا پینا بند کر کے جو شانِ ربوبیت کی نقل اتاری تھی۔ اس کا دوسرا پہلو اور نہایت اہم پہلو یہ ہے کہ شانِ حاجت روائی بھی زکوٰۃ اور صدقہ کی حدود میں محدود نہ رہے۔ اس سے آگے بڑھے۔ اور ایسی بڑھے کہ موسلا دھار بارش ہو جائے اور یہ بھی پرواہ نہ کرے کہ اس پر اصل زکوٰۃ بھی واجب ہے یا نہیں۔ جو میسر ہو راہِ خدا میں خرچ کرے مگر یہ منزل بہت کٹھن ہے

ــــ

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

●

اچھا اس وقت ایک اور پہلو بھی اچھوتا نہ رہنا چاہیئے۔ ملاحظہ فرمایئے ـــ آپ جو دن اور رات سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلےٰ کا ورد رکھتے ہیں۔ رمضان شریف کے موقع پر جب شان ربوبیت کا ایک دامن آپ سنبھالے ہوئے ہیں تو ربوبیت کے ساتھ سبوحیت کا مظاہرہ بھی ضروری ہے۔

رب العالمین کی سبوحیت یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے عیب اور نقص سے پاک ہے آپ کی سبوحیت یہ ہے کہ جو گناہ دانستہ یا نادانستہ طور پر رات دن ہوتے رہتے ہیں اور اس طرح ہوتے رہتے ہیں کیا باوجودیکہ بہت بڑے بڑے گناہ ہیں۔ مگر ہمیں ان کے گناہ ہونے کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ اس مبارک ماہ میں خصوصیت سے ہم ان سے تنزہ اور پاکیزگی اختیار کریں۔

یعنی غیبت، جھوٹ، بدگوئی، بدکلامی غصّہ، ضد، ہٹ، طنز، طعن، تشنیع ـــ

یہ سب ہی گناہ ہیں۔ اور سخت گناہ ہیں ایسے گناہ ہیں کہ نیکیوں کو ختم کر ڈالتے ہیں۔ ان میں سے بعض کو تو نیکیوں سے ایسا بیر ہے جیسے دیا سلائی کو سوکھی گھاس سے ـــ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حسد انسان کے نیک اعمال کو اس طرح جلا ڈالتا ہے۔ جیسے آگ کی چنگاری سوکھی گھاس کو ـــ

غیبت کیا ہے؟ قرآن پاک کی توضیح کے مطابق مردہ بھائی کا گوشت کھانا

وہی حدیث مبارک جس میں روزہ دار کی یہ قدر افزائی ہوئی ہے کہ اس کو سند عطا کی گئی کہ "اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ"

ترجمہ! روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا

اسی حدیث میں اس اجر عظیم کی وجہ اور علّت کے طور پر یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ روزہ دار بدگوئی نہیں کرتا، غصّہ نہیں ہوتا، کسی سے جھک جھک نہیں کرتا اور اگر کوئی اس سے جھک جھک کرنا بھی چاہے تو وہ خاموش ہو کر الگ ہو جاتا ہے

یعنی اس آیت کا عملی نمونہ پیش کرتا ہے:۔

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ـــ

ترجمہ:۔ جب ان سے نادان خطاب کرتے ہیں تو یہ ان کی بیہودگی کے جواب میں سلامتی کی بات کہتے ہیں

نیز:۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا

ترجمہ:۔ اور جب ایسے مقام سے گزر ہوتا ہے، جہاں کھیل تماشے یا لڑائی جھگڑے کے لغو کام ہو رہے ہیں تو یہ (دامن سنبھال کر) شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔

پس روزہ دار کے روزہ کا احترام جو خود اس کو کرنا چاہیئے یہ ہے کہ جس طرح اس کا رب اور اس کا محبوب حقیقی ان عیوب و نقائص سے پاک ہے وہ بھی حسد، کینہ، بغض و عداوت، بدگوئی اور بدکلامی، غیبت اور چغلی وغیرہ کے تمام رذائل سے بلند و بالا اور پاک وصاف ہے ـــ

ــــ

بقیہ:۔ یادگار اسلاف صـــ۱۱ سے آگے

خاص معتقدین سے تھے اور ان کی سیاسی فلاسفی کو اپنے ایمان کا جزو اعظم سمجھتے تھے

دوسری دفعہ جب انگریزوں نے دہلی پر قبضہ جمایا تو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے وابستگان حضرت سید احمد امیر شہید اور مولانا محمد اسماعیل شہید کی رفاقت میں اسی انگریزی قبضہ کو اٹھانے میں مصروف ہوئے قندھار اور کابل کے راستے پشاور پہنچے اور افغانوں ہی کی مدد سے کوشش کی لیکن دو چار سال کے بعد بالاکوٹ کے مقام پر شہید ہوئے ـــ

یادگارِ اسلاف

سوانح حیات امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ

مرتبہ:- غازی خدا بخش اچھرہ لاہور

؎ دریں صحرا کہ می بینی سراسر خیمۂ لیلاست !!!
دو صد مجنونِ سرگرداں دریں ریگِ رواں گم شد

شعر سنتے ہی آپ پر خاص کیفیت طاری ہوئی چنانچہ بے ہوش سے ہو گئے اور گدھے سے گرنے لگے روئے اور خوب روئے۔ فرمایا یہ قبریں لیلا کے خیمے ہیں، بڑے بڑے بادشاہ یہاں گم ہو گئے۔ گدھے والے لڑکے کو اس کا گدھا دے کر روانہ کر دیا اور خود وضو کر کے دیر تک مراقبے میں بیٹھے رہے۔ مزار پر امیر حبیب اللہ نے قبہ بنوا کر لکھایا ہوا ہے کہ "از مالِ خود نہ از بیت المال بہ ایں خرچ شدہ است۔" واپس ہوئے تو ایک پہاڑ کی چوٹی پر ایک چار دیواری دکھائی دی۔ چار مینار اور قبہ موجود ہے۔ اس پر بھی امیر حبیب اللہ نے وہی عبارت لکھوائی ہوئی ہے یہ سلطان سبکتگینؒ کا مزار ہے یہاں بھی لکھا ہوا تھا کہ یہاں یہ پتھر ملا قبر کا نشان نہیں ملا۔

یہاں چار پیسے کے انگور خریدے انگور .... والے نے بہت سے انگور تولے تو مولانا لغاری نے کہا "بابا چہ می کنی" بولا "کم نہ دہم" ان کا مطلب تھا کہ زیادہ دے رہے ہو، وہ سمجھا کہ کم دے رہا ہوں۔

تیسرے روز کوچ تھا آپ نے سردار محمود طرزی کو خط لکھا کہ ہم آ رہے ہیں۔ عنایت اللہ اور امان اللہ خاں سے سلام کہیے دوسرا خط مولوی شیخ ابراہیمؒ ایم اے از کراچی کو لکھا۔

آپ کا کابل میں ورود

غزنی سے روانہ ہو کر منزل بمنزل کابل پہنچے قندھار کے گورنر کا خط دکھایا تو داخل ہونے کی اجازت ملی۔ ایک مکان کرایہ پر لیا سب سامان اس میں رکھا آپ شیخ ابراہیم کو ملنے گئے دوسرے دن واپس آئے یہ مکان کچھ خراب تھا لہذا دوسرے مکان کی تلاش میں نکلے معلوم ہوا کہ علیا حضرت والدہ امیر امان اللہ خاں کی مسجد کے پاس ایک مکان ہے وہاں گئے پوچھا "ایں جا مکان برائے کرایہ ہست" ایک شخص نے کہا "بلے مفت است" آپ کو ایک پاخانے میں داخل کر دیا مولانا لغاری نے مکان کی طرف اشارہ کر کے کہا تو بولا "ایں مکان نیست ایں کوٹھا است" کوٹھا۔ ایں برائے کرایہ است۔" چار روپے میں وہ مکان کرایہ پر لے لیا۔

قندھار میں جو ماہوار تنخواہ مقرر ہوئی تھی وہ یہاں نہیں ملتی۔ چنانچہ آپ مسٹر ابراہیم کے ہاں کھانا کھاتے اور آپ کے رفقاء سامان بیچ کر گزارہ کرتے۔ چار پانچ دن گزر گئے تو سردار محمود طرزی نے مسٹر ابراہیم سے پوچھا "مولانا عبید اللہ کابل میں ابھی آئے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے کہا آ چکے ہیں۔ بولے "ملاقات میکنیم۔" چنانچہ سردار عبد الہادی خاں کو خوش آمدید کہنے کے لئے بھیجا ان کے ذریعے سردار سے ملاقات ہوئی۔ ترکی کے شریک جنگ ہونے کا ان پر بہت زیادہ اثر تھا اس لئے آپ کا رابطہ ان سے زیادہ ہوتا گیا۔ انہوں نے آپ کی ملاقات معین السلطنت امیر امان اللہ سے کرائی۔ چنانچہ انہوں نے بھی ایک دن سردار صاحب کی معیت میں آپ کو کھانے پر بلایا اس کھانے کے بعد آپ نے پورا ایک دن چھری کانٹے استعمال کرنے کی مشق میں صرف کیا پھر بے تکلف کھانوں میں شریک ہوتے رہے ایک دن باتوں باتوں میں سیاسی بحث چھڑ گئی امان اللہ خاں کی باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ہندوستان کو بیچنے کے لئے آئے ہیں آپ نے انہیں ڈانٹ کر کہا کہ ہم اس خیال سے نہیں آئے ہم تو برادرانہ طور پر آئے ہیں۔ دوسری ملاقات میں عنایت اللہ خاں سے بھی باتیں ہوئیں وہ بہت خاطر مدارات سے پیش آئے۔ اس سے آپ کا ذکر سلطنت کے دیگر سرداروں میں پہنچ گیا۔

سردار جنرل نادر خاں سپہ سالار اور ان کا خاندان مولانا رشید احمد گنگوہی کے مرید ہیں۔ قندھار میں صوفی جان محمد نے آپ کو ایک کرچ دی تھی جو انہیں جنرل نادر خاں نے پیش کی تھی اور کہا تھا کہ ان سے ملنے جائیں تو یہ کرچ لگا کر جائیں۔ یہ بہت قیمتی تھی اس کا میان اور دستہ دونوں سیپ کے تھے جنرل نادر خاں کی ملاقات کے وقت آپ یہ لگا کر گئے۔ وہ بہت محبت سے ملے آپ کو ہر طرح کی امداد کا یقین دلایا۔ آپ کے قیام کابل میں جو مشکلات سرکاری طور پر پیدا ہو سکتی ہیں ان کے زائل کرنے میں اپنی تمام توجہ مصروف رکھی۔ احتیاط کا تقاضا یہی تھا۔ کہ آپ بظاہر سردار سپہ سالار سے اجنبی بنے رہیں اس پر آپ نے عمل کیا ان کے خاندان کا آپ کے دیگر مشائخ سے خاص رابطہ چلا آتا تھا اس لئے ان کا ہر قول و فعل اخلاص و محبت کی بنا پر تھا۔ امیر حبیب اللہ کی حکومت اور ان کی اصلاحات کامیاب بنانے میں جنرل نادر خاں اور ان کے خاندان کا خاص حصہ تھا یہ ہندوستانیوں کے واقعی محسن اور سرپرست تھے۔ لہذا آپ ان کے بہت ممنون تھے انہوں نے کبھی احسان کا اظہار نہ کیا نہ کبھی ستائش کی تمنا اور صلے کی پرواہ کی۔ ہندوستانی معاملات کے حامی تھے۔ سر میزان التحقیقات قاضی عبد الرزاق خاں سے ملاقات ہوئی۔ سلطنت افغانیہ میں شرعی فیصلوں کی اپیل کا ایک محکمہ ہے جسے میزان التحقیقات الشرعیہ کہتے ہیں میزان التحقیقات شرعیہ اس محکمے کے رئیس تھے یہ دار العلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے انہوں نے حدیث حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ سے پڑھی تھی۔ ان کی ملاقات سے پرانے علمی دوستوں کی یاد تازہ ہو گئی آپ کے سفر کے متعلق تمام اطلاعات ان کے پاس موجود تھیں انہیں جب اچھی طرح اطمینان ہو گیا کہ آپ ہی کا نام عبید اللہ ہے تو بہت مسرور ہوئے اور آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ انہوں نے آپ کے مضامین دیوبند کے رسالہ "القاسم" میں پڑھے تھے جنہیں انہوں نے بہت پسند فرمایا تھا۔ کہنے لگے کاش آپ کے مضامین "القاسم" میں مکمل ہو جاتے۔

آپ کے رفقاء کے کھانے کا انتظام اچھا نہ تھا۔ کبھی آپ مدد کرتے اور کبھی وہ اسباب بیچتے۔ انہی دنوں ایک ترک ڈاکٹر سے ملے اور انہی کے ذریعے آپ جرمن اور ترکی وفد سے ملے اسی وفد میں راجہ مہندر پرتاپ تھے۔ اب تک امیر صاحب سے ملاقات نہ ہوئی تھی۔

ایک دن صبح کی نماز کے بعد مشرقی دروازہ سے جسے کابل دروازہ کہتے باہر سیر کو نکلے تو معین السلطنت عنایت اللہ خاں گھوڑے

پر ہواخوری کے لئے جاتے دکھائی دیئے باتیں کرتے ہوئے کہنے لگے "آغا معاف داربد تا حال امیر صاحب .... از شما نہ رسیدہ است۔" شیخ ابراہیم نے بتایا کہ امیر صاحب کی اجازت کے بغیر کوئی ان سے کسی بات کے متعلق دریافت نہیں کر سکتا۔ آپ نے مولانا لغاری سے کہا کہ بالکل امیر صاحب جیسا سوٹ سلوایا جائے چنانچہ ایک دن آپ وہ پہن کر مسٹر ابراہیم اور مولانا لغاری کے ہمراہ سیر کو نکلے۔ مولانا کے کپڑے معمولی تھے۔ امیر صاحب موٹر میں سیر سے واپس آرہے تھے دور سے دوربین کے ذریعے دیکھا۔ ولی اور ہاشم ساتھ تھے ان سے پوچھا یہ کون ہیں انہوں نے کہا "نمے دانیم" "عنایت اللہ خاں را خبر باشد" قریب آکر موٹر آہستہ چلنے لگی عنایت اللہ خاں نے اپنی موٹر تیز چلائی اور امیر صاحب کے قریب آگئے۔ امیر صاحب نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا "بلے ما مے دانیم" اس سے آپ کی ملاقات کی طرح پڑ گئی۔ آپ نے پھر مکان تبدیل کیا آپ کے رفقاء بھی وہاں چلے گئے۔ ایک رات ایک خاص گھوڑا گاڑی عشاء کے بعد مکان کے نیچے آکھڑی ہوئی معلوم ہوا کہ عنایت اللہ خاں نے بلایا ہے آپ گاڑی میں سوار ہو کر چلے گئے۔ دلکشا منزل میں گئے تو وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ امیر حبیب اللہ خاں بھی بیٹھے ہیں۔ نائب السلطنت نصر اللہ خاں نے ایک کرسی پر آپ کو بٹھایا۔

اگر امیر حبیب اللہ کی پرائیویٹ زندگی سے قطع نظر کیا جائے تو انہیں "شاہ اصلاح پسند" کہنا درست ہے۔ امیر عبدالرحمٰن خاں مرحوم کے بعد اس قسم کا امیر اگر برسر اقتدار نہ آتا تو افغانستان ایک خطۂ گمنام ہی رہتا۔ دو مدرسے کھولے گئے ایک حربیہ اور دوسرا حبیبیہ اسی طرح دو شفا خانے ملکی اور نظامی نئے طریقے پر قائم کئے۔ حبیبیہ مدرسے کا تمام تر انتظام ہندوستانیوں کے ہاتھ میں تھا چنانچہ حافظ احمد دین بی۔ اے اس کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ شیخ محمد ابراہیم ایم اے۔ کو آپ نے انہیں کے ذریعے کابل بھجوایا تھا ان کے ساتھ مولوی محمد علی قصوری ایم اے ابن مولانا عبدالقادر قصوری مرحوم کو حافظ صاحب اپنے انتخاب سے لئے گئے تھے۔

حربیہ سکول کا انتظام ترک افسروں کی نگرانی میں تھا اسی طرح ملکی شفا خانے کا افسر ڈاکٹر منیر عزت بک بھی ایک شریف ترک تھے، اور نظامی شفا خانے کے انچارج ایک ہندوستانی ڈاکٹر اللہ جوایا خاں تھے دونوں شفا خانوں میں دیگر عملہ ہندوستانی تھا ایک دو عالیشان عمارتیں بھی تعمیر کرائی گئیں۔ جن میں کچھ یورپ کے انجینئر کام کرتے تھے۔ امیر عبدالرحمٰن خاں کے بنوائے ہوئے ماشین خانے میں ترکی، افغانی، اور ہندوستانی کاریگر کام کرتے تھے انہیں برقی قوت چلانے کا تمام سامان مہیا کر دیا گیا کابل سے چالیس میل کے فاصلے پر جبل السراج میں برقی قوت پیدا کرنے کا کارخانہ تیار کیا گیا دیگر اجنبی انجینئر تو کام میں روڑے ہی اٹکاتے رہے امیر امان اللہ خاں نے تخت نشین ہونے کے بعد کام جاری کرایا اور تکمیل کا سہرا ایک ہندوستانی انجینئر کے سر بندھا۔

کابل میں سراج الاخبار جاری ہوا تو چند روز بعد اس کی ادارت سردار محمود طرزی کے سپرد ہوئی اس اخبار کے مطبع میں مصری اور ہندوستانی مصروف کار تھے۔ آپ نے فرمایا ان تمام اصلاحی کاموں میں روح رواں سردار محمود طرزی تھے ان کی زندگی کے نشیب و فراز سے آپ اچھی طرح واقف تھے افغانستان کی اصلاح میں جس قدر ثابت قدمی سے اس مرد خدا نے جہاد کیا اس کی نظیر مشرقی اقوام میں بہت کم ملے گی۔

امیر حبیب اللہ امیر شہید نے بھی افغانستان کی گھریلو زندگی کی اصلاح و ترقی میں نمایاں کام کیا کابل کے ایک گھر کو باہر سے دیکھا جائے تو ایک معمولی حیثیت کا نظر آئے گا۔ لیکن اندرونی حالت دیکھ کر معلوم ہوگا کہ یہ تو صفائی، سلیقہ اور آراستگی کے لحاظ نمونے کا ایک گھر ہے۔ امیر شہید اگرچہ اعلیٰ حضرت شاہ افغانستان کا لقب رکھتے تھے لیکن ان کے دربار میں سوائے ایک پنجابی انگریزی قونصل کے دوسری کسی حکومت کا کوئی آدمی رسمی طور پر بھی نظر نہ آتا تھا البتہ اسلامی ممالک کے معزز افراد اپنی شخصی حیثیت سے کابل میں ممتاز نظر آتے تھے۔

سلطنت افغانستان کے سردار

امیر شہید کے چھوٹے بھائی سردار نصر اللہ خاں نائب السلطنت تھے۔ بڑے بیٹے سردار عنایت اللہ خاں معین السلطنت اور منجھلے صاحبزادے سردار امان اللہ خاں عین الدولہ کہلاتے تھے۔ سلطنت کے امور میں حسب مدارج سب شریک تھے۔ صوبے کا حاکم نائب الحکومت امیر صاحب خود مقرر کرتے تھے اس کے ماتحت ہر ضلع کا حاکم نائب السلطنت چنتے تھے۔ شرعی فیصلہ کرنے کے لئے قاضی کو سردار معین السلطنت مامور کرتے اور عمومی فوجی بھرتی جسے ہشت نفری کہا جاتا ہے سردار عین الدولہ کے انتظام میں تھی

ان سرداروں کے علاوہ، امیر عبدالرحمٰن خاں کے وقت سے ایک وزیر تھے جو بڑھاپے کو پہنچنے کی وجہ سے پنشن پاتے تھے انہیں سردار اعتماد الدولہ عبدالقدوس خاں کہتے تھے۔ شاہی خاندان جس قبیلے کی شاخ ہے اسے محمد زئی کہتے ہیں سردار اعتماد الدولہ اپنی عمر کے لحاظ سے محمد زئیوں کے قومی بزرگ تھے لہٰذا خود امیر صاحب بھی ان کی عزت اپنے بزرگوں کی طرح کرتے تھے۔ عید کے روز سلام کے لئے خود امیر صاحب ان کی خدمت میں جاتے ان کے لئے سلام خانے کی حاضری معاف تھی۔ ان کے دو بھتیجے سردار محمد یوسف خاں اور سردار محمد آصف خاں مصاحبانِ خاص کا لقب رکھتے تھے وہ امیر شہید کی مجالس میں ہمیشہ حاضر رہتے سردار محمد یوسف خاں کے بڑے صاحبزادے سردار محمد نادر خاں سپہ سالار تھے۔ مصاحبان خاص کی اولاد میں آٹھ دس شائستہ جوان باہمت رکن تھے دوسرے درجے کے تمام عہدے انہیں بھائیوں کے ہاتھ میں تھے۔ ان حضرات کے علاوہ شاہی خاندان کے دیگر شرفاء اس قدر زیادہ تھے کہ ہندوستان کے کسی بڑے شہر میں اتنی تعداد میں کہیں جمع نہ تھے۔

پہلا باب

کابل کی اہمیت

اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ ہندوستان آزادی پسند لوگوں کے لئے عموماً سب سے زیادہ موزوں مرکز دارالسلطنت کابل تھا۔ اسے ہندوستان کے غالب حکمران خوب جانتے ہیں۔ دہلی کی اسلامی سلطنت اگرچہ ضعیف ہو گئی تھی لیکن انگریزوں میں اس پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت اس وقت تک نہ ہو سکی جب تک انہوں نے پنجاب پر قبضہ کر کے دہلی سے کابل کا تعلق نہ توڑ دیا۔ اس سے پہلے مرہٹوں کے حملوں کا زور توڑنے کے لئے دہلی نے کابل و قندھار سے مدد حاصل کی جس میں نجیب الدولہ کا خاص ہاتھ تھا۔ سیاسی مطالعہ کرنے والوں کے علم میں ایک قسم کا اضافہ ہوگا۔ اگر انہیں یہ بتا دیا جائے کہ نواب نجیب الدولہ حضرت شاہ ولی اللہ کے

باقی بر صفحہ ۹

میاں غلام حسین لاہور

گذشتہ سے پیوستہ

دِل کا اندھا پن

ہم ظاہری آنکھوں کے لحاظ سے کسی کو اندھا خیال کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اندھا وہ ہے جس کی دل کی آنکھیں بند ہو جائیں ـــــ

انسان کا دل اندھا ہو جائے تو کسی ناصح کی نصیحت اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی

اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ كَلَّا بَلْ سكة رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ پ آیت ۱۳، ۱۴ سورۃ المطففین)

ترجمہ! جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے پہلوں کی کہانیاں ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ ان کے برے کاموں سے ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۔ قرآن اور نصیحت کی باتیں سن کر کہتے ہیں کہ ایسی باتیں پہلے بھی کرتے آئے ہیں وہی پرانی کہانیاں اور افسانے انہوں نے بھی نقل کر دیئے ہیں۔ ان کے دل میں کوئی اثر نہیں ہوتا یہ انہی کی تقصیر ہے۔ خود اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے انہوں نے قوت ادراک کو تباہ کر لیا ہے ورنہ ہر انسان کی فطرت میں خدا نے حق کے سمجھنے اور قبول کرنے کی استعداد ودیعت کی ہوئی ہے۔ پیغمبروں کے معجزات کا مشاہدہ اور ان کی نصیحت کوئی فائدہ نہیں دے سکتی جب تک انسان کے دل کی آنکھیں نہ کھلی ہوں ـــ باہر کا ہزار فیض موجود رہو۔ جب تک اندر کا آئینہ صاف نہ ہو دل کوئی عکس قبول نہیں کرتا تاریکی ہی تاریکی رہتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے انکار کی وجہ صرف یہی تھی کہ سننے والوں کے دل اندھے ہو چکے تھے۔ دل کی مثال بجلی کے بلب کی ہے اگر وائرنگ ٹھیک ہو اور بجلی اپنے مرکز سے آ رہی ہو تو اس کے جلنے میں دیر نہیں لگتی بٹن دباتے ہی روشن ہو جاتا ہے لیکن اگر بلب ہی فیوز ہو چکا ہو تو بجلی کی پوری طاقت سے بھی وہ کبھی روشن نہیں ہو سکتا۔ دل کا بلب اگر ٹھیک ہو تو اس میں وہ روشنی پیدا ہوتی ہے جو ظاہری آنکھوں کے سان گمان میں بھی نہیں آ سکتی

پھر فیوز بلب جس طرح مادی دنیا میں نہیں لگتی روح و اخلاق کی دنیا میں بھی نہیں لگتی۔ انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر پر اثر تبلیغ اور مخلصانہ کوشش اور کس کی ہو سکتی ہے لیکن مخالفین کے دل جب فسق و فجور کی کثرت و شدت سے پتھر ہو جائیں تو ہر آواز ان کے کانوں کے لئے بیکار ہو جاتی ہے انسان جب تک خود قبول حق کے لئے تیار نہ ہو تو ناصح کی ہر تبلیغ گویا چکنے گھڑے پر پانی کا پڑنا ہے۔

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں ۹۵۰ سال تک تبلیغ کی تھی اور ان کو راہ راست پر لانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن چونکہ ان کے دل سیاہ ہو چکے تھے سوائے چند آدمیوں کے کوئی ایمان نہ لیا آخر تنگ آ کر ان کے حق میں بد دعا کی اور وہ غرق ہو گئے۔

انسان کا دل اندھا ہو جائے تو بڑی سے بڑی دلیل بھی کام نہیں دیتی۔ دل میں حق قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہو تو دلیلوں کے انبار پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ سیدھی سادی بات بھی دل میں اتر جاتی ہے اور انسان اس کی تائید و حمایت کو زندگی کا قیمتی اثاثہ سمجھنے لگتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام پر جو لوگ بھی ایمان لائے انہوں نے قیل و قال کے ذریعے ایمان حاصل نہیں کیا لب پیغمبر سے نکلی ہوئی دعوت ان کے روح و قلب پر اثر انداز ہو گئی اور انہوں نے اپنے تمام مفادات کو پس پشت ڈال کر ایمان قبول کر لیا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ۔

در کنز و ہدایہ نتواں یافت خدا را
بر صفحہ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

قلب سلیم

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ پ۱۹

(الشعراء آیت ۸۸، ۸۹)

ترجمہ: جس دن نہ کام آئے گا کوئی مال اور نہ بیٹے مگر جو کوئی آیا اللہ کے پاس لے کر دل چنگا۔

قیامت کے دن مال و اولاد کوئی کام نہ دے گا۔ کامیاب وہی ہوگا جو بھلا چنگا بے روگ دل جو کفر و نفاق اور فاسد عقیدوں سے پاک ہو لے کر حاضر ہوگا۔ انسان کو قدرت نے دیکھنے سننے چکھنے اور چھونے کی قوتیں بخشی ہیں۔ ان میں سے ایک قوت موجود نہ ہو تو دوسری قوتوں سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ آنکھ اگر نور سے محروم ہو جائے تو سماعت کے ذریعہ دیکھنا ممکن نہیں، عقل کی جنس خواہ کتنی ہی وافر مقدار میں موجود ہو لیکن سماعت سے محروم ہونے کے بعد انسان عقل کے ذریعہ سن نہیں سکتا۔ قدرت کا یہی قانون باطنی دنیا میں بھی کارفرما ہے۔ باطنی حواس اگر بیکار و معطل ہو جائیں تو ظاہری حواس اس کمی کو پورا نہیں کر سکتے۔ عقل اپنی تمام تر طرفہ کاریوں کے باوجود روح و قلب کا وظیفہ سرانجام نہیں دے سکتی۔ اور نہ دوسرے حواس اس میں کام آ سکتے ہیں ہر جس خدمت پر مامور ہے۔ وہی کام دے گا۔ ہدایت ربانی کا تعلق انسان کے ظاہری حواس سے نہیں بلکہ دل سے ہے عقل کی حیثیت تو محض ایک آلہ کی ہے وہ جو پیام بھی سنتی ہے اُسے خواہ وہ حق ہو یا باطل دل کے کانوں تک پہنچا دیتی ہے۔ قبول کرنا یا رد کرنا دل کا کام ہے دربان کا کام تو یہی ہوتا ہے کہ بادشاہ کی بارگاہ میں آنے والوں کی اطلاع دے دیتا ہے باریابی عطا کرنا یا رد کر دینا شاہ کا کام ہے عقل نہ رد کر سکتی ہے نہ قبول کر سکتی ہے۔ دل میں سلامتی موجود ہو تو وہ کسی ردو قدح کے بغیر ہدایت کو قبول کر لیتا ہے سلامتی سے محروم دل کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوتی۔ ربانی ارشاد کے مطابق رضوان کی منزل اس انسان کو حاصل ہوگی جو اپنے مولا کی بارگاہ میں قلب سلیم کی دولت لے کر حاضر ہوگا۔ قرآن کریم میں یہ کہیں بھی نہیں کہا گیا کہ جو انسان عقل کی بوالعجبیوں اور حیرت زائیوں کا پشتارہ اٹھا کر حریم جمال میں پہنچے گا وہ نوازا جائے گا۔ نوازش اور کرم صرف قلب سلیم لے کر حاضر ہونے والوں کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ قرب دل کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے عقل کے ذریعہ صحبت نصیب ہو بھی جائے تو اسے قرب نہیں کہا جا سکتا کیونکہ عقل پاس رہ کر بھی دل کا راز نہیں پا سکتی اور دل دور رہ کر بھی محبوب کے دل کے ... بھیدوں سے واقف ہوتا ہے ادھر دل دھڑکتا ہے اور ادھر برسوں کی مسافت پر ہونے کے باوجود محبوب کے دل کی دھڑکنوں کو اپنے دل میں محسوس کیا جاتا ہے۔ عقل قرب

رہ کر بھی دور رہتی ہے اور محبت بھرا دل دور رہ کر بھی حضوری کے مزے لوٹتا ہے
قرآن کریم کا نزول عقل پر نہیں دل پر ہوا - یہ یار کا بھید ہے یار کی امانت ہے اس لئے دل کے سپرد کی گئی ہے دل کی امانت عقل کے پاس کیسے پہنچ سکتی ہے —
وفاداری دل کی سرشت ہے عقل کی نہیں عقل کے آبگینے تو ایک ہی ٹھوکر سے چکنا چور ہو جاتے ہیں اور وہ راز اگلنے لگتی ہے — دل کو چیر کر نیزے کی اَنی پر بھی ٹانگ دیا جائے تو وہ صدیق رہتا ہے امین رہتا ہے عقل کا رشتہ قائم ہونے کے بعد ٹوٹ جاتا ہے اور دل کا رشتہ قائم ہونے کے بعد کبھی نہیں ٹوٹتا اسی لئے قلب سلیم کی بڑی اہمیت ہے

(ماخوذ از نشان راہ - روزنامہ کوہستان)

دل کی حیات یاد الٰہی پر موقوف ہے

دل کی بستی اُجڑ جائے تو پھر آبادی کہاں .... دل کا بلب فیوز ہو جائے تو پھر روشنی کہاں - دل کی بستی آباد رہتی ہے یادِ الٰہی سے اور دل کا بلب روشن ہوتا ہے محبت حق تعالےٰ سے - جس طرح جسم کی حیات روح پر موقوف ہے اسی طرح دل بھی یادِ الٰہی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا - خدا کی محبت اور اس کی یاد دل سے نکل جانے کے بعد دل صرف گوشت کا لوتھڑا رہ جاتا ہے اور ایسے لوتھڑے کو دل کہنا صحیح نہیں ہے گوشت کا ایسا ٹکڑا تو حیوانوں کے پہلو میں بھی موجود ہوتا ہے - گوشت کا لوتھڑا تو روح نکل جانے کے بعد زیادہ دیر تک صحیح نہیں رہ سکتا اس میں کیڑے پڑ جاتے ہیں ایسا لوتھڑا حق تعالےٰ کی جلوہ گاہ نہیں بن سکتا - جس دل میں انسان نے شیطان کو بسا رکھا ہو اس میں خدا بھی آ جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے دونوں کے لئے ایک دل میں گنجائش ناممکن ہے -

توجہ تمام تر قلب کا فعل ہے تو جب تک خدا اور آخرت پر ایمان ہمارے قلب میں داخل نہ ہو اس وقت تک ان کی طرف قلبی توجہ کیسے ہوگی جب تک قلب خدا کی طرف متوجہ نہ ہو تو اس میں برکت اور نورانیت پیدا نہیں ہوتی توجہ الی اللہ کے معنی صرف یہ ہیں کہ دل خدا کی طرف متوجہ ہو - اور ظاہری اعمال میں شریعت کی پابندی ہو پھر کامیابی حاصل ہوتی ہے - اللہ تعالےٰ کے ہاں عمل وہ مقبول ہے جو دل سے وابستہ ہو لیکن اصلاح قلب کی طرف لوگ توجہ ہی نہیں کرتے حالانکہ سارا مدار قلب پر ہے بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ ظاہری حالت ان کی اچھی نہیں ہوتی لیکن قلوب ان کے اللہ کی محبت سے پر ہوتے ہیں اس لئے وہ مقبول ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ جن کا ظاہر اچھا ہے لیکن ان کے دل میں حب دنیا بھری ہوئی ہوتی ہے اس لئے مطرود ہیں - دل اگر خدا کے ساتھ مشغول ہو تو ساری دنیا بھی تیرے پاس ہو تو کوئی نقصان نہ کرے گی - اور اگر مفلس ہو اور ٹاٹ پہنے ہو لیکن دل خدا کی طرف متوجہ نہ ہو تو پھر کوئی فائدہ نہیں ہوگا -

ایک شخص نے حضرت جنیدؒ سے پوچھا کہ انسان کا دل کس وقت خوش ہوتا ہے آپ نے فرمایا جس وقت دل ماسوی اللہ سے خالی ہو جائے -

حضرت ابوبکر شبلی رح اپنی آنکھوں میں نمک ڈالا کرتے تھے لوگوں نے پوچھا آپ آنکھوں میں نمک کیوں ڈالتے ہیں شاید آپ کو آنکھیں درکار نہیں - آپ نے فرمایا کیا ہوگا لوگوں نے کہا اندھے ہو جاؤ گے آپ نے فرمایا کچھ پرواہ نہیں جس چیز کا میرا دل شائق ہے وہ ظاہری آنکھوں سے پوشیدہ ہے — جو دانشمند ہیں جو جسم کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے ساتھ دل کے چراغ کو بھی روشن رکھتے ہیں تاکہ اگر بدن کا چراغ بجھ جائے تو دل کا چراغ جلتا رہے —

دل کی مثال حوض جیسی ہے اور حواس خمسہ پانچ نہریں ہیں ان نہروں کے ذریعہ پانی حوض میں آتا ہے اگر چاہتے ہو کہ صاف پانی حوض کی تہ سے نکلے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ اول اس کو خالی کرو اور سارا پانی نکال دو اور کیچڑ وغیرہ جو پانی کے ذریعہ اس میں آیا ہے وہ بھی باہر پھینک دو - اور سب نہروں کا راستہ بند کر دو تاکہ باہر کا پانی اندر نہ آسکے پھر حوض کی تہ کو کھود دو تاکہ پاک اور صاف پانی اس کی تہ سے نکلے - دل کو باہر کی چیزوں سے خالی کرو بُرے خیالات اور محسوسات سے محفوظ رکھو - دل پر مہر لگا دو تاکہ خدا کے سوا اس کو اور کوئی چیز سوجھے ہی نہیں - دل کو ہر قسم کی میل کچیل سے صاف رکھو اور اسے علم الٰہی کی روشنی سے منور کر دے پھر دنیا اور آخرت کے حقائق و معارف گھر بیٹھے ہی نظر آ جائیں گے - جس کا دل ذاکر ہو اس کے بدن اور لباس پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے اور جس بدن میں غافل دل ہوتا ہے اس بدن پر اور اس کے لباس پر بھی اللہ کی لعنت ہوتی ہے —

جس دل پر دنیا کی حرص، خواہشات اور گناہ غالب آ جائیں تو وہ دل زنگ کی کدورتوں سے پر ہو جاتا ہے پھر اللہ کی معرفت کے نور کا عکس اس پر آ ہی نہیں سکتا - اور یہ زنگ اللہ کے ذکر کے سوا دور ہو ہی نہیں سکتا ے

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

اَللّٰھُمَّ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ وَعَلٰی طَاعَتِکَ —

آخری قسط

شرح سورۃ الحشر

از امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ
غازی خدا بخش و شیخ بشیر احمد بی اے

(۳) عزت

العزیز:۔ اس تحریک میں کام کرنے والے عزت مند رہیں گے۔ ان کو عزت دی جائے گی

(۴) غلبہ:۔ الجبار۔ اس تحریک میں کام کرنے والوں کو غلبہ دیا جائے گا اور وہ زبردست بنا دیئے جائیں گے

(۵) بڑائی: المتکبر: اس تحریک میں کام کرنے والے بڑے بنا دیئے جائیں گے۔

ان کا منبع صرف خدا ہے

سبحن اللہ عما یشرکون ٥ یہ تمام خوبیاں جو اس تحریک میں کام کرنے والوں میں پیدا ہوں گی اور تمام فوائد جو انہیں حاصل ہوں گے ان کا منبع و مصدر ذاتِ الٰہی ہی کو سمجھنا چاہیئے یہ صفات اسی کا پرتو ہیں اور یہ انعامات اس کی طرف سے ہیں۔ ان کے عطا کرنے میں کسی انسان یا فرشتے کو شریک نہیں سمجھنا چاہیئے کہ یہ واقع کے خلاف ہے۔

قانون دینے میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا انسانیت کے لئے خطرناک ہے اور اس کے اخلاق کو تباہ کر دینے والا تکر ہے۔ خدا کو مالک الملک مان لینے کے بعد کسی اور کو اس کا شریک نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ اسے کسی شریک کی ضرورت نہیں ہے (سبحن اللہ) ملت حنیفیہ کا قلب یہ ہے: لبیک! لا شریک لک لبیک! ان الحمد والنعمۃ لک والملک، لا شریک لک گویا الحمد، النعمۃ اور الملک صرف خدا کے ان میں اور کوئی اس کا شریک و سہیم نہیں ہے۔

آیت ۲۴۔ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۚ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ٥

ترجمہ! وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا ٹھیک ٹھیک بنانے والا صورت دینے والا اسی کے اچھے اچھے نام ہیں۔ سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

کیا کوئی نیا نبی آئے گا

اس تحریک کی کامیابی کے بعد آگے کیا دور شروع ہوگا؟ کیا کوئی نیا نبی آئے گا جس کا انتظار کرنا چاہیئے؟ کیا وہ عالمگیر انقلاب کے کوئی نئے اصول لے کر آئے گا؟ ہماری سمجھ یہ ہے کہ یہ تحریک کسی نئے نبی کا انتظار نہیں سکھاتی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیتی ہے تو کیا دنیا اب ایک ہی ڈھنگ پر چلتی رہے گی؟ اگر دنیا میں تبدیلیاں آئیں گی تو ان کے مطابق نئے نظام بھی آنے چاہئیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن حکیم جو نظام لے کر آیا ہے۔ وہ تمام اقوام کے لئے قیامت تک کے لئے کافی ہے۔

الخالق:۔ چونکہ اللہ خالق ہے اس لئے نئی نئی چیزیں پیدا ہوتی رہیں گی [یخلق ما لا تعلمون (النحل: ۸) ان سے بڑے بڑے کام جن کو پہلی قومیں نہیں کر سکیں آسان ہو جائیں گے۔ خلق کے معنی ہیں ایک چیز سے دوسری چیز بنانا یہ نظام کائنات اس طرح چل رہا ہے کہ ایک نظام اپنے مابعد نظام کے لئے انڈے کا کام دیتا ہے

المصور:۔ اللہ تعالےٰ اس مادے کو نئی نئی صورتیں دیتا رہے گا

الباری:۔ اور ان میں نئی نئی استعدادیں پیدا کرتا رہے گا۔

لہ الاسماء الحسنیٰ:۔ وہ اپنی صفات حسنہ سے ہر وقت کام لیتا رہے گا۔ اس نظام میں کسی نئے اضافے کی ضرورت نہیں ہے جو نظام آپ کا ہے یہ کافی ہے اب انسانیت بہ اعتبار آلات ترقی کرے گی۔ اصول انسانیت قرآن حکیم میں منضبط ہو چکے ہیں۔ انسانیت ہمیشہ ان کی مدد سے اپنے اندر انقلابات پیدا کرتی رہے گی اس لئے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح اس انقلاب کو قیامت تک کامیاب بنایا جاتا رہے گا۔

نئے نظام کی خوبیاں

یسبح لہ ما فی السمٰوٰت والارض وھو العزیز الحکیم ٥

آسمان و زمین کی تمام چیزیں اپنی ساخت میں بالکل بے عیب ہیں اور قواعدِ مسلمہ کے اندر کام کر رہی ہیں پس وہ خدا جس نے یہ نیا نظام دنیا کو دیا ہے۔ اس نئے نظام کو بے عیب طور پر انسانیت دے رہا ہے اب اسی کے ذریعے سے انسانیت کو عزت حاصل ہوگی۔ کیونکہ یہ نظام حکمت پر مبنی ہے اور انسانیت کو حکمت سکھاتا ہے یہ عزت و حکمت ہیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے آتی ہے۔

الحمد للہ کہ سورۃ الحشر کی تفسیر ختم ہوئی۔ جن اہل علم حضرات نے اس شرح کا مطالعہ بنظر غائر کیا ہے۔ ان سے مخفی نہیں ہے کہ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب عجیب نکات بیان کئے ہیں۔ اللہ رب العزت نے انہیں قرآن دانی کا جو ملکہ عطا کیا ہوا تھا۔ وہ خاص الخاص تھا۔ ایسی ہستیاں دنیا میں بار بار پیدا نہیں ہوا کرتیں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی خدمت قرآن کے صلہ میں اس صدقہ جاریہ کو ہمیشہ ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

روزہ کی فرضیت قرآن حکیم میں

مرتبہ: قاضی محمد زاهد الحسینی خلیفہ مجاز حضرت لاہوری

قرآن حکیم نے رمضان شریف کے روزہ کی فرضیت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (بقرہ ع ۱۸۳)

ترجمہ! اے مسلمانوں تم پر روزے فرض کئے گئے اسی طرح جیسا کہ فرض کئے گئے ان پر جو تم سے پہلے گزرے اور یہ روزے اس لئے مقرر کئے گئے تاکہ تم پرہیز گار بنو۔

اس آیت میں لفظ الصیام فرمایا جو صوم کی جمع ہے تو یہ روزے کتنے ہیں؟ اسی سورہ کی آیت ع ۱۸۵ میں فرمایا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط

ترجمہ! رمضان کا وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کے واضح احکام پر مشتمل ہے تو جو اس چاند کو دیکھ پائے اس ماہ کے روزے رکھے۔

اس آیت میں لفظ الصیام کی تفسیر اور تشریح قرآن کریم نے فرما دی کہ وہ رمضان کا مہینہ ہے چونکہ اس مہینہ کے روزے فرض کئے گئے ہیں ہوسکتا ہے کہ کوئی آدمی ان ایام میں بیمار ہو یا وہ مسافر ہو جس کی سحری اور افطار وغیرہ کا مناسب انتظام نہ ہوسکے تو ان حالات میں کیا کیا جائے؟ اس کا حل بھی قرآن حکیم ہی نے فرمایا ـــ

فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ط

ترجمہ! پس جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو اتنی ہی تعداد کے روزے رکھے دوسرے دنوں سے۔

یعنی فرضیت تو اسی ماہ مقدس کی ہے لیکن حسب قاعدہ لا یکلف اللہ نفسا الا ما اتاھا خداوند قدوس نے اجازت دیدی کہ دوسرے دنوں میں یہ روزے رکھ لے اور یہی آسانی کی راہ ہے۔ فرمایا

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (بقرہ) یعنی اللہ تعالےٰ تمہارے ساتھ آسانی فرماتا ہے۔ تنگی نہیں فرماتا۔

ہوسکتا ہے کہ کوئی آدمی یہ کہہ دے کہ اس سے بھی کوئی آسان راہ بتادی جائے تاکہ کسی طرح روزہ رکھنے سے بچ جائے۔ تو اس کے لئے ارشاد فرمایا کہ تم کو روزے تو ہر حال میں رکھنے ہوں گے یا رمضان میں یا اس کے بعد۔ فرمایا۔

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ اور یہ بات ضروری ہے کہ تم اس تعداد کو پورا کرو جو تم نے قضا کئے۔)

قرآنی ارشادات کا خلاصہ سمجھنے کے بعد لفظ الصوم کی لغوی تحقیق بھی سمجھ لیجئے کہ صوم کا معنی لغوی کیا ہے؟

(الف) لغت کی مشہور مستند کتاب محیط المحیط

اصلہ فی الامساک والسکون عن الفعل ـــ ترجمہ! اس لفظ کا اصلی معنیٰ ہے رُک جانا کسی کام سے۔

الصوم من الارض الیابسۃ لا ماء فیھا

ترجمہ! صوم اس زمین کو کہا جاتا ہے جو خشک ہو اس میں پانی نہ ہو۔

ومن الخیل القائمۃ علی غیر اعتلاف

ترجمہ! صائم اس گھوڑے کو کہا جاتا جو بلا گھاس کے ہو۔

جیسا کہ نابغہ شاعر نے کہا ؎

خیل صیام وخیل غیر صائمۃ
تحت العجاج واخری تعلک اللجا

(ب) لسان العرب میں ہے۔

الصوم الصبر یقال صام الفرس صوما ای قام علی غیر اعتلاف

ترجمہ! صوم کا معنی صبر کرنا رک جانا برداشت کرنا ہے کہا جاتا ہے گھوڑا صائم ہے یعنی گھاس دانے کے بغیر کھڑا ہے

(ج) التھذیب میں ہے۔

فی اللغۃ الامساک ... یقال صام النھار صوما اذا اعتدل وقام قائم الظھیرۃ۔

ترجمہ! صوم لغت میں رک جانے کو کہا جاتا ہے۔ جب دن ٹھہر جائے یعنی آسمان پر سورج بلند ہو جائے اسے صام النہار کہا جاتا ہے عرب کے مشہور شاعر امرء القیس کہتا ہے۔ ع

ذمول اذا صام النھار وھجرا

لغوی استشہاد کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ صوم کی حقیقت میں امساک رک جانا صبر کرنا ہے، اور یہ مستقل عبادت ہے گیا روزہ ایسی عبادت ہے کہ جس کا ادا کرنا عام حالات میں ایک انسان پر گراں ہوسکتا ہے؟

قرآنی تعلیمات کا طالب علم اس امر سے بخوبی واقف ہے کہ

قرآن حکیم نے اکثر مقامات پر روزے کو دوسرے واجبات کا بدل قرار دیا ہے اگر روزہ گراں یا مشکل عبادت ہوتی تو دوسرے واجبات کا بدل نہ قرار دیا جاتا جیسا کہ۔

(۱) حج کے محرم کو عذر کی بنا پر فدیہ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

روزے رکھے یا
صدقہ دے یا
قربانی کرے۔

اور دم تمتع کا شکرانہ ادا کرنے کے لئے فرمایا۔ کہ

قربانی کرے یا
دس روزے رکھے۔ (سورہ بقرہ)

۲۔ قسم کا کفارہ بیان کرتے ہوئے فرمایا

دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا
" " کو کپڑے دے یا
غلام آزاد کرے ـــــ اور
اگر ان میں سے کسی پر بھی قادر نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے (المائدہ)

۳۔ ظہار کرنے والے کو ارشاد ہوتا ہے:

غلام آزاد کرے یا
دو ماہ کے متواتر روزے رکھے یا
ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

(المجادلہ)

مندرجہ بالا ارشادات سے معلوم ہوا کہ

(الف) روزہ ایک عبادت ہے جو رب العالمین کو محبوب ہے

(ب) یہ ایسی عبادت نہیں کہ انسان کے بس میں نہ ہو۔

(ج) بلکہ حج کے زمانے میں محرم معذور کو اور تمتع کرنے والے کو تو سفر ہی کی حالت

میں روزہ رکھنے کا ارشاد فرمایا جیسا کہ سورہ بقرہ کے حوالہ سے گزر چکا۔

یعنی اگر روزہ مشکل ترین عبادت ہوتی یا ایسی معمولی عبادت کہ معمولی سے خدشے کی بنا پر اس کو ترک کیا جا سکتا تو اس کے ضروری ہونے ... اور پھر بعض صورتوں میں تشریعی حکم نہ دیا جاتا۔

"حکم قرآنی کے بے حقیقت کرنے کے تحریف"

روزہ کی قطعی فرضیت اور عبادات اسلامی کی حیثیت کو کمزور کرنے کے لئے آج کل یہ کہا جاتا ہے جیسا کہ

طلوع اسلام میں پرویز صاحب لکھتے ہیں۔

"ہم نے وعلی الذین یطیقونہ کا ترجمہ وہ لوگ جو بہ دشواری روزہ رکھ سکیں — کیا ہے" اس دشواری کا محمل کیا ہے اور وہ کس حد تک وسیع ہے یہ بھی طلوع اسلام میں ہی ملاحظہ فرمائیں۔

"قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ وہ ایک اصول بیان کر دیتا ہے اور اسے امت کے اجتماعی نظام پر چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اس کی جزئیات خود متعین کر لے"

روزہ کو دشوار سمجھنے والے افراد کون سے ہیں؟ یہ بھی طلوع اسلام سے بحوالہ المنار ملاحظہ فرمائیں۔

"ایسے ہی وہ لوگ بھی ان کے زمرے میں شمار ہوں گے جو مزدور پیشہ ہوں جن کی معاش خدا تعالےٰ نے پر مشقت کام میں رکھ دی ہے۔ مثلاً کانوں سے کوئلہ نکالنے والے الخ"

خلاصہ یہ ہے کہ جن لوگوں میں روزہ رکھنے کی اہلیت تو ہو مگر وہ بہ دشواری رکھ سکتے ہوں تو ان کے لئے اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں یعنی ان سے روزہ بالکل معاف ہے ان کے ذمے یہ ہے کہ اب وہ:

"روزہ کے بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں:— (فروری ۱۹۶۳ء)

ان تمام احتمالات اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج کو تعلیمات قرآنی کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے

(الف) کیا انسان مشقت اور تکلیف کو برداشت کر سکتا ہے؟ ارشاد قرآنی ہے،

لقد خلقنا الانسان فی کبد (البلد)

انسان کی ساری زندگی مشقت سے لبریز ہے مگر یہ مشقت ایسی نہیں کہ انسان اس کو برداشت نہ کر سکے خصوصاً تشریع اسلامی میں خداوند علیم وحکیم نے تشریع میں اسی مشقت کو اساس قرار دیا جو انسان برداشت کر سکے ارشاد فرمایا۔

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا (بقرہ)

لا یکلف اللہ نفسًا الا ما اتٰھا ( )

اللہ تعالےٰ کسی چیز کو اتنا ہی حکم دیتا ہے جتنا اس کو مقدور دیا۔

چنانچہ روزہ کے مسئلہ میں بھی اس امر کا حل بیان فرمایا کہ اگر ایک آدمی روزہ نہ رکھ سکے مگر یہ کون لوگ ہیں؟

قرآن کریم نے خود ہی ان جزئیات کا تعین کرتے ہوئے فرمایا۔

فمن کان منکم مریضًا او علی سفر (بقرہ)

مگر ان کو قرآن کریم نے یہ اجازت نہیں دی کہ وہ روزہ بالکل ہڑپ کر جائیں بلکہ ارشاد فرمایا — فعدۃ من ایام اُخر (بقرہ)

اور اسی میں آسانی ہے اس سے زیادہ اور آسانی کیا ہو سکتی ہے کہ سارا سال یا ساری زندگی میں قضا رکھنے کی اجازت دی جائے ارشاد فرمایا۔

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (بقرہ)

مگر قرآن اس کی اجازت نہیں دیتا کہ روزہ ہی ختم کیا جائے فرمایا۔

ولتکملو العدۃ (بقرہ)

یعنی یہ لازم ہے کہ مریض اور مسافر روزہ کی قضا کرے اور اتنے ہی روزے رکھے دنوں کی مقدار اگر کم ہو تو کوئی بات نہیں تعداد پوری ہو مثلاً ایک مسافر یا بیمار جون جولائی میں آنے والے رمضان کے روزے نہ رکھ سکا۔ تو اب دسمبر جنوری میں قضا رکھ لے۔ مگر تعداد ضرور پوری کرے۔ یہی وہ تخفیف آسانی اور لیسر ہے جو اسلام نے پیش فرمائی۔ چنانچہ ذیل میں یہودیوں اور مسلمانوں کے روزہ کا فرق پیش کیا جاتا ہے —

ماہ رمضان میں صبح صادق سے لے کر ستاروں کے طلوع تک ہر قسم کا کھانا پینا ممنوع ہے۔ اگر بیماری یا کسی اور وجہ (سفر) سے رہے ہیں کوتاہی سرزد ہو جائے تو اتنے ایام کی قضا ہوتی ہے جو حتی المقدور جلد از ادا ہونی ضروری ہے —

یہود گو اپنے طریق عبادت میں اتنے زہد خشک کے حامل نہیں ہیں۔ تاہم ان کے ہاں بھی ساتویں ماہ کی دسویں تاریخ کے سالانہ روزہ کو ترک کرنے والے کی سزا موت ہوا کرتی تھی اور ان کے روزہ کی مدت شام سے دوسری شام تک ہوا کرتی تھی۔

اس آیت کا صحیح ترجمہ اور مفہوم کیا ہے؟

اس کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھا جائے کہ روزہ کا ایک پہلو غرباء اور فقراء سے ہمدردی بھی ہے جیسا کہ فرمایا۔ ولعلکم تشکرون۔ اور تاکہ تم اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو۔

یعنی تمہیں احساس ہو جائے کہ جو لوگ سارا سال بھوکے رہتے ہیں یا ضرورت سے بہت ہی کم، ان کو خوراک ملتی ہے ان کی تربیت اور ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو جائے اس لئے روزہ دار کے لئے ایک مزید حکم بھی فرمایا کہ جو لوگ اس بات کی طاقت رکھتے ہوں۔ ان پر لازم ہے کہ روزے کے علاوہ ایک مسکین کو کھانا بھی دے دیں جیسے فقہ اسلامی کی اصطلاح میں صدقہ فطر کہا جاتا ہے۔ مگر اس سے روزہ نہ رکھنے کا خیال تک نہ پیدا ہو۔ فرمایا

وان تصوموا خیر لکم (بقرہ ۱۸۴)

اور روزہ رکھنا ضروری ہے تمہارے لئے

ضروری نوٹ

لفظ خیر کا ترجمہ اردو یا پنجابی زبان کا لفظ خیر نہیں۔ بلکہ یہ لفظ قرآنی اصطلاح میں شر کا مقابل ہے۔ فرمایا —

فَمَن يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَن يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزال)

جناب شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فرمایا۔

"کہ اس معنی کے اعتبار سے آیت منسوخ نہ ہوگی —

۲۔ اگر یہی ترجمہ لیا جائے جو بعض علماء تفسیر نے کیا ہے کہ جو لوگ روزہ رکھنے کو مشقت سمجھیں تو اس کی تشریح اسی موقعہ پر خود قرآن نے فرما دی ہے کہ وہ لوگ کون ہیں۔

فمن کان منکم مریضًا او علی سفر

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اب اس میں کمی بیشی کی اجازت نہیں ہے۔ مگر ایسے لوگوں کا حکم بھی قرآن نے بتا دیا کہ وہ قضا کریں۔ اگر یہ خیال ہو کہ شاید قضا کا، وقت نہ مل سکے تو وہ فدیہ بھی دے دیں۔ مگر قضا کرنا لازمی اور ضروری ہے اس فدیہ سے روزہ معاف نہ ہوگا —

رہا ان لوگوں کا معاملہ جو بالکل روزہ رکھ ہی نہیں سکتے۔ جیسا کہ بہت بوڑھا۔ دق سل کے آخری درجہ کا بیمار تو ایسے آدمی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا کے ضمن میں آ سکتے ہیں جیسا کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ اگر وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں تو بہتر ہے ورنہ ان کے ذمے کچھ بھی نہیں —

قرآنی ارشادات میں مزدور پیشہ اور مشقت سے روزی کمانے والوں کے لئے کوئی رخصت نہیں اور یہ بات عدل اور رحم کے بالکل مطابق ہے۔ ظلم اور زیادتی نہیں اس لئے کہ:۔

جو مزدور دن بھر محنت اور مشقت اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے کر رہا ہو اس سے یہ کہنا کہ وہ سارے دن کی کمائی مسکینوں کو کھلا دے اور خود روزہ رکھے۔

ظاہر ہے کہ ایک مزدور زیادہ سے زیادہ دو روپیہ یومیہ حاصل کر سکتا ہے جس سے اس کے بال بچوں کی تربیت ہوتی ہے۔ اگر وہ روزہ نہ رکھے اور یہ دو روپیہ ایک مسکین کو کھلا دے تو اسے دو طریقوں پر زیر بار کر دیا گیا۔

دن بھر کی مزدوری بھی گئی اور خود بھی تقریبًا بھوکا رہا۔

اس کے بالمقابل یہ دستور اچھا ہے کہ وہ دن بھر روزہ رکھے اور اپنی کمائی سے بال بچوں کی حسب معمول نگہداشت کرے۔

کیا واقعی روزہ اس حد تک دشوار ہے کہ بعض لوگ اس کو نہیں رکھ سکتے؟

عام مسلمان یہ جانتے ہیں کہ رمضان المبارک میں جہاں والدین اور گھر کے دوسرے بالغ افراد روزہ رکھتے ہیں۔ خورد سال بچے بھی سحری کو اٹھنے کے لئے اصرار کرتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں ہر رمضان میں ایسے خورد سال بچوں کی فہرست آجاتی ہے۔ پچھلے سال اخبارات میں ایک بچے مسعود عالم عمر ۴½ سال کا فوٹو بھی شائع ہوا تھا۔ جس نے روزہ رکھا اور پورا کر لیا۔

یہی حال مزدوروں اور جفاکش مسلمانوں کا ہے۔ یہ بیچارے تو صدق دل سے اور فراخ دلی کے ساتھ اسلامی احکام عبادات کو قبول کرتے ہیں۔ ذیل کا واقعہ اس بات کے لئے شاہد عادل ہے۔

سنہ ۱۹۱۸ء کو جہاز برطانیہ کے ساحل سے بحر ابیض کی بندرگاہ کرمان دلاپ لینڈ) کو روانہ ہوا۔ اس جہاز کے خلاصی مسلمان تھے اتفاقًا رمضان کا مہینہ تھا۔ ان مسلمان ملازموں نے روزہ رکھا۔ چونکہ قطب شمالی میں دن زیادہ لمبا ہے جوں جوں جہاز اس سمت بڑھتا رہا دن بھی بڑھتا رہا اور رات ہونے کی نوبت نہ آئی۔ ادھر یہ مسلمان ملازم روزے کی شدت اور اس کی گھبراہٹ سے بے چین جہاز کے کپتان اور دوسرے ذمہ دار لوگوں نے ان کو سمجھایا مسائل بتائے کہ تم افطار کر سکتے ہو۔ مگر انہوں نے نہ مانا اور برابر روزے میں ہی رہے اور یہ عہد کر لیا کہ جب تک سورج غروب نہ ہوگا افطار نہ کریں گے۔ ناچار مجبورًا جبکہ ان کی موت کا خدشہ لاحق ہوا تو جہاز کا رخ انگلستان کی طرف پھیر دیا جہاں آکر ان کو غروب کا علم ہوا اور افطار کیا۔

صدق مورخہ ۸ جنوری سنہ ۱۹۴۵ء

اللہ تعالےٰ ہم سب پر رحم فرمادیں آمین۔

بقیہ ص ۴۹:۔ روزہ سے اخلاقی اور معاشرتی اصلاح

کثافتوں سے بری اور پاک ہونے کے لئے اکل و شرب سے ایک حد تک امتناع اور پرہیز سب سے پہلی شرط رکھی گئی ہے جس سے اصل مقصود یہ ہے کہ انسان رفتہ رفتہ اپنی ضرورتوں کا دائرہ کم کر دے۔

(۱) قرآن پاک نے اس رمضان کے روزہ کا حکم ان الفاظ میں دیا ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

(البقرہ۔ پ ۲۔ ۲۳)

تو جو اس مہینہ کو پا دے وہ مہینہ بھر روزے رکھے۔

(۲) جہاں کئی مہینوں کا دن اور کئی مہینوں کی راتیں ہوتی ہیں

قطعات ارضی ہیں۔ بعض ایسے مقام ہیں۔ جہاں شب و روز کا وہ نظام موجود نہیں۔ جو باقی متمدن دنیا میں ہے۔ مثلاً جن مقامات میں کئی مہینوں کا دن اور کئی مہینوں کی راتیں ہوتی ہیں۔ کہ وہاں رمضان کی آمد کا سوال ہی نہیں۔

۳۔ اگر وہاں کے مسلمان چاہیں تو بقیہ متمدن ممالک کے کیلنڈر کو معیار مان کر روزے رکھیں اور کھولیں (جیسا کہ حدیث دجال سے صحاح میں ہدایت ہے)

اسلام کے روزوں کی تاریخیں قمری مہینوں سے ہیں۔ جو موسم اور چھوٹے بڑے دنوں کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے اسلامی روزہ کا مہینہ ہر ملک میں ہر موسم میں آتا ہے اور اس بنا پر اس کی سختی و نرمی باقی رہتی ہے۔

آخری نصیحت

روزہ صرف ظاہری بھوک اور پیاس کا نام نہیں بلکہ یہ درحقیقت دل و روح کی بھوک و پیاس کا نام ہے۔ اگر روزہ سے تقویٰ کی غرض و غایت حاصل نہ ہو تو یہ کہنا چاہیئے کہ گویا ایسا روزہ جسم کا روزہ ہو گیا لیکن روح کا روزہ نہ ہوا۔

اسی کی تشریح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ میں فرمائی ہے۔ کہ روزہ رکھ کر جو شخص جھوٹ اور فریب کے کام نہ چھوڑے تو خدا کو اس کی ضرورت نہیں کہ انسان اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ آپ نے فرمایا۔ روزہ برائیوں سے روکنے کی ڈھال ہے۔ تو جو روزہ رکھے اس کو چاہیئے کہ لغو اور فحش باتیں نہ بکے اور نہ جہالت (غصہ) کرے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اس سے لڑنے پر آمادہ ہو۔ اور گالی بھی دے تو بھی کہے کہ میں روزہ سے ہوں۔ آپ نے فرمایا

روزہ اس وقت تک ڈھال ہے جب تک اس میں سوراخ نہ کر دو۔ صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ اس میں سوراخ کس چیز سے ہوتا ہے فرمایا

"جھوٹ اور غیبت سے"

روزہ دار بھی صابرین کی جماعت میں داخل ہو کر اجر بے حساب کے مستحق ہوں گے۔ روزہ بھی ان اعمال حسنہ میں سے ہے جن کے بدلہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں سے خطا پوشی، گناہوں کی معافی اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ٥ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ ٥ (آمین)

بقیہ: بچوں کا صفحہ ۱۱ سے آگے

اور ایک یہ بچہ ہے۔ کہ ماں کا کہا مان رہا ہے بس اس خیال سے اُس کے دل کی دنیا بدل جاتی ہے اور توبہ کر کے نیک بن جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی تمام ڈاکو توبہ کر لیتے ہیں۔ اور قافلے والوں کا تمام سامان واپس کر دیتے ہیں اور آخر کار ڈاکوؤں کا سردار چور سے قطب کا درجہ حاصل کرتا ہے۔

دیکھو بچو! حضرت عبدالقادر جیلانی رحؒ نے اپنی والدہ کی نصیحت پر عمل کیا، جس کی بدولت ایک ڈاکو، چور اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہے، اور ولی کا درجہ حاصل کرتا ہے۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ والدین کی ہر نصیحت پر خلوص دل سے عمل کریں۔ اور نیکوں میں شامل ہو جائیں۔

حدیث میں ہے کہ اپنے والدین کو کبھی گالی نہ دو۔ صحابہ کبارؓ پوچھتے ہیں۔ یا رسول اللہ کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دیتا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں "ہاں۔ جو کسی کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ تو گویا پہل کرنے والا خود اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے والدین کی عزت کا خیال کرتے ہوئے گالی گلوچ تک سے بھی باز رہنا چاہیئے اور ان کی شان میں کوئی گستاخی بھی نہیں کرنی چاہیئے۔

روزہ سے اخلاقی اور معاشرتی اصلاح

خواجہ نذیر احمد محمد نگر لاہور

روزہ :۔ اسلام کی عبادت کا تیسرا رکن ہے

روزہ :۔ درحقیقت نفسانی ہوا ہوس اور بہیمی خواہشوں سے اپنے آپ کو روکنے کا نام ہے

روزہ :۔ کھانے پینے اور عورت و مرد کے نفسی تعلقات ان ہی سے ایک مدت معینہ تک روکنے کا نام ہے۔

روزہ :۔ انسان کی بہیمی (حیوانی) قوت کی شدّت کو کمزور کرتا ہے۔

روزہ :۔ فاقہ مستوں سے زیادہ شکم سیروں کو روزہ کی زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ مرغوبات شہوانیہ کا ترک کرنا نہایت مشکل کام ہے اور روزہ اس کا صحیح علاج ہے۔

روزہ :۔ انسان کی دماغی اور روحانی صفائی کے لئے بہترین علاج ہے

روزہ :۔ انسان کو بہت سے گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے

روزہ :۔ مشکلات کا خوگر بناتا ہے

روزہ :۔ صرف ظاہری بھوک و پیاس کا نام نہیں ہے۔ بلکہ درحقیقت دل و روح کی بھوک اور پیاس کا نام ہے۔

روزہ :۔ کی برکت سے ہمارے دل و دماغ شکم سیر معدہ کے فاسد بخارات کی پریشانی سے محفوظ ہوتے ہیں۔

روزہ :۔ سے ہماری اندرونی جذبات میں ایک قسم کا سکون ہوتا ہے۔

روزہ :۔ گناہوں سے توبہ اور ندامت کے احساس کے لئے یہ فطری اور طبعی ماحول پیدا کرتا ہے۔

روزہ :۔ نیکی اور نیک کاموں کے لئے ہمارے وجدانی ذوق و شوق کو ابھارتا ہے

روزہ :۔ ان اعمال حسنہ میں ہے جس کے بدلہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں سے خطا پوشی، گناہوں کی معافی، اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

روزہ :۔ جس طرح ہمارے بعض مادی جراثیم کا کفارہ ہے۔ اسی طرح ہمارے روحانی گناہوں کا بھی کفارہ ہے۔ حد سے زیادہ کھانا انسان کے جسم کو مختلف امراض اور بیماریوں کا نشانہ بنا دیتا ہے۔ انسان کی دماغی اور روحانی یکسوئی اور صفائی کے لئے مناسب فاقہ بہترین علاج ہے۔

روزہ :۔ بہت سے گناہوں سے انسان کو محفوظ رکھتا ہے۔

روزہ :۔ جہاد میں کام آنے کے لئے جبری فوجی ورزش ہے تاکہ سختی اور محنت کا پوری طرح مقابلہ کرے۔

روزہ :۔ شکریہ ہے اس نعمت کا جو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمائی یعنی قرآن مجید اور قرآن مجید وہ کتاب الٰہی ہے، وہ تعلیم ربانی وہ ہدایت روحانی ہے۔ جو ان ایام (ماہ رمضان) میں انسانوں کے لئے عنایت ہوئی ہے جس نے ان کو شیطان سے فرشتہ اور ظلمانی سے نورانی بنایا۔

پستی اور ذلت کی عمیق غار سے نکال کر ان کو اوج کمال تک پہنچایا۔ ان کی وحشت کو تہذیب و اخلاق سے ان جہالت کو علم و معرفت سے ان کی نادانی کو حکمت و دانائی سے اور ان کی تاریکی کو بصیرت سے اور روشنی سے بدل دیا۔ جس نے ان کی قسمتوں کے پانسے پلٹ دیئے اور فضل و دولت اور خیر و برکت کے خزانوں سے ان کے کاشانوں کو معمور کر دیا۔ جس نے ذرہ بے مقدار کو آفتاب کر دیا۔

تراویح نماز شکریہ ہے اس قرآن مجید کے عطیہ کا

پھر جب تم روزہ رکھو ریاکاروں کی مانند اپنا چہرہ اداس نہ بناؤ۔ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں کہ لوگوں کے نزدیک روزہ دار ظاہر ہوں۔ ظاہری پریشان حالی اور پراگندگی کی نمائش کر کے ریا میں گرفتار نہ ہو اور نہ پتہ ظاہر ہو کہ وہ اس فرض کے ادا کرنے میں اور خدا کے اس حکم کے بجالانے میں نہایت تکلیف و مشقت اور کوفت برداشت کر رہا ہے۔ بلکہ ہنسی خوشی اور رضامندی اور مسرت ظاہر ہو۔

روزہ میں دل میں تقویٰ پیدا ہونا چاہیئے تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حاصل ہونے کے بعد دل کو گناہوں سے جھجک معلوم ہونے لگتی ہے اور نیک کاموں کی طرف اس کو بے تابانہ تڑپ ہوتی ہے اور روزہ کا مقصود یہ ہے کہ انسان کے اندر یہی کیفیت پیدا ہو۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تعلیم ربانی محض حکم کے طور پر نہیں ہے بلکہ وہ سرتاپا حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہے۔ اس کے فرائض کی عمارت روحانی اخلاقی، اجتماعی اور مادی فوائد اور منفعتوں کے چہار گانہ ستونوں پر قائم ہے

> جو لوگ روزے کو بہت تکلیف دہ خیال کرتے ہیں یہ انسان کی خود ساختہ ضرورتوں کے سبب سے ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ انسان کی ضرورتوں اور اس کی مختلف اغراض و مقاصد کا جو ایک وسیع اور غیر متناہی سلسلہ نظر آتا ہے۔ اس کی اصلیت کتنی ہے؟

ہمارے دل میں آرزوؤں کا ایک ڈھیر ہے، تمناؤں کی ایک بھیڑ ہے، اور خود ساختہ ضرورتوں کا ایک انبار ہے لیکن کیا

خوشنما کپڑوں

عالیشان عمارتوں

لذیذ غذاؤں

تیز رفتار سواریوں کے بغیر ہم جی نہیں سکتے؟

بادشاہوں نے فقیروں کی زندگی بسر کی ہے اور زندہ رہے۔

بروایت عام ابراہیم ادھم بادشاہ سے فقیر ہو گئے اور نہایت پر مسرت روحانی زندگی بسر کی۔ خود ساختہ ضرورتوں کی نفی اور تحلیل کے بعد شاید انسان کا حقیقی ضرورتوں کا دائرہ ایک دو نقطوں میں محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور وہ ـــ

مابہ قوت و غذا یعنی کھانا پینا ہے جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ روح اور جان کا جسم میں باقی رہنا سدِ رمق پر موقوف ہے اور سدِ رمق صرف کھانے کے چند لقموں اور پانی کے چند گھونٹوں پر موقوف ہے

انسان کے تمام جرائم اور گناہوں کا باعث

انسان کے تمام جرائم اور گناہوں کی فہرست تیار کی جائے اور اس کی حرص و ہوس اور قتل و خونریزی کے آخری اسباب ڈھونڈے جائیں تو انہی دو چیزوں کے افراط و تعیش کی مزید طلب اس سلسلہ کی آخری کڑی ہوگی۔ اسی بنا پر دنیا کے تمام مذاہب میں مادیات کی

(باقی ص ۱۹ پر)

بچوں کا صفحہ

مرتبہ: محمد امین ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل لاہور

ماں باپ کی خدمت

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لئے ممبر پر چڑھتے ہیں، تو تین بار آمین بھی پکارتے ہیں۔ جب صحابہؓ کرام دریافت کرتے ہیں۔ تو حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ ابھی ابھی جبریل آمین تشریف لائے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ نمبر(۱) یا رسولؐ اللہ اگر کوئی مسلمان آپ کا نام سنے اور درود نہ پڑھے نمبر(۲) جو رمضان شریف کا مہینہ پائے اور اس میں روزے رکھ کر خدا کو راضی نہ کرلے نمبر۳۔ جو کوئی بوڑھے والدین کو پائے اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کرلے، ان سب پر خدا کی لعنت۔ بچو! والدین کی خدمت بہت بڑی سعادت ہے۔ آج ہم آپ کو ماں باپ کی خدمت کی کہانیاں سناتے ہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

سب سے بڑی سعادت ماں باپ کی ہی خدمت
سب سے بڑی عبادت ماں باپ کی ہے خدمت

• حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بڑے لاڈلے پیغمبر تھے۔ ان کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہوگیا۔ تو وہ اس کے بعد کوہِ طور پر گئے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ اے موسیٰ۔ آج ذرا سنبھل کر آنا۔ عرض کی یا باری تعالےٰ کیا گستاخی ہوگئی، فرمایا گستاخی تو کوئی نہیں۔ بات یہ ہے۔ کہ پہلے جب تم آیا کرتے تھے تو تمہاری والدہ ہمارے حضور میں تمہارے لئے دعا کرتی تھی۔ کہ یا مولیٰ۔ میرا بیٹا سیدھا سادا اور بھولا بھالا ہے۔ اس پر رحم رکھنا، اور شفقت سے پیش آنا۔ ہم بھی اس کے سفید بالوں کے صدقہ تمہارے ساتھ محبت سے پیش آتے۔ لیکن آج وہ سفید بالوں والی اور تیرے حق میں دعا کرنے والی ماں زندہ نہیں ہے۔ اس لئے ذرا ہوش سے آنا۔ سبحان اللہ دیکھا ماں باپ کی زندگی کتنی بابرکت ہے۔ ان کا سایہ خدا کی رحمت ہے ان کی زندگی کو غنیمت جان کر والدین کی خوب خدمت کرنی چاہیئے۔

ایمان تازہ کرنے کے لئے اور سُنیئے۔

ایک شخص حج کرنے کا بڑا خواہشمند تھا لیکن اس کی ماں زندہ تھی۔ جب وہ حج کا ارادہ کرتا۔ اس کی ماں اُسے اجازت نہ دیتی۔ اور کہتی کہ میرے مرنے کے بعد بے شک چلے جانا، وہ شخص پانچ سال تک ماں کے مرنے کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن ابھی اس کی زندگی باقی تھی۔ چنانچہ وہ ماں کی اجازت کے بغیر ہی حج کو روانہ ہوگیا۔ راستے میں ایک رات اُس نے ایک مسجد میں قیام کیا۔ اتفاق سے اُسی رات ہمسایہ میں چوری ہوگئی۔ گھر والے جاگ پڑے اور چور بھاگ گئے۔ اور سامان مسجد میں پھینک گئے۔ لوگوں نے اُسے چور سمجھ کر پکڑ لیا۔ اور منہ کالا کر کے گدھے پر بٹھا دیا اور شہر میں پھرانا شروع کر دیا۔ لوگ کہتے چور کی یہی سزا ہے۔ لیکن وہ کہتا۔ نہیں۔ ماں کی نافرمانی کی یہی سزا ہے

اور سنیئے!

ایک صحابیؓ کی والدہ صاحبہ اس سے خوش نہیں ہے۔ اور وہ کہیں الگ رہتی ہے۔ وہ صحابی زیادہ بیمار ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے۔ وہ کئی دن تک مرض نزع میں مبتلا رہتا ہے۔ لیکن اس کی جان نہیں نکلتی۔ اور نہ کلمہ طیبہ اس کی زبان پر آتا ہے۔ آخر کار حضورؐ کو خبر ملتی ہے۔ آپ پوچھتے ہیں۔ کہ اس کا کوئی وارث ہے صحابہؓ کرام اس کی والدہ کی ناراضگی کی خبر دیتے ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ اس آدمی کے لئے آگ ہے۔ کیونکہ ماں کا نافرمان ہے۔ جب اس کی والدہ کو پتہ چلا تو وہ مامتا کی ماری عرض کرتی ہے۔ کہ یا رسول اللہؐ اس کے لئے آگ کا حکم نہ کریں۔ میں نے اس کو معاف کر دیا۔ بس اتنا کہنا تھا۔ کہ اُسی وقت صحابی کی زبان پر کلمہ جاری ہوگیا۔ اور جان نکل گئی دیکھو بچو! اس صحابیؓ نے اپنی والدہ کو خوش نہ رکھا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اُسے آخری وقت کتنی تکلیف دکھائی اور جب اس کی ماں نے اُسے معاف کر دیا۔ تو اس کی جان فوراً آسانی سے نکل گئی ہمیں بھی چاہیئے کہ اپنے والدین کو خوش رکھیں۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔ کہ حضرت عبدالقادر جیلانی رح ابھی بچے ہی ہیں۔ آپ کی والدہ صاحبہ آپ کو علم حاصل کرنے کے لئے بغداد روانہ کرتی ہیں۔ اور آپ کی آستین میں چالیس۴۰ اشرفیاں سی دیتی ہیں۔ اور نصیحت کرتی ہیں کہ دیکھو بیٹا۔ تم نے جھوٹ نہیں بولنا ہمیشہ سچ بولنا۔ آپؒ والدہ کی نصیحت پر عمل کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ اور پھر بغداد جانے والے قافلہ کے ساتھ چل پڑتے ہیں۔ راستہ میں ایک جنگل آجاتا ہے۔ اس جنگل سے ڈاکوؤں کا گروہ نکلتا ہے۔ چنانچہ وہ قافلے والوں کو لوٹ لیتے ہیں۔ ایک ڈاکو حضرت عبدالقادر جیلانی رح کے پاس آتا ہے اور آپؒ سے پوچھتا ہے۔ اے لڑکے تمہارے پاس کیا ہے؟ آپ جواب دیتے ہیں۔ میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں۔ ڈاکو حیران ہوتا ہے۔ اور آپ کو اپنے سردار کے پاس لے جاتا ہے ڈاکوؤں کا سردار پوچھتا ہے۔ تو آپ پھر وہی فرماتے ہیں کہ میرے پاس اشرفیاں ہیں چنانچہ تلاشی لینے پر وہ اشرفیاں برآمد ہوتی ہیں۔ ڈاکوؤں کا سردار بڑا حیران ہے۔ اور آپ سے دریافت کرتا ہے کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ میری والدہ کی نصیحت ہے کہ ہمیشہ سچ بولنا، کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ ڈاکوؤں کے سردار کے دل پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ایک میں ہوں۔ جو خدا کی نافرمانی کر رہا

باقی بر صفحہ ۱۷

نقشہ اوقات سحری و افطاری رمضان المبارک

برائے شہر لاہور و مضافات ۱۳۸۳ ہجری / ۱۹۶۴ عیسوی

رمضان المبارک

یوم	تاریخ عیسوی	تاریخ ہجری	اختتام سحری منٹ	اختتام سحری گھنٹہ	افطاری منٹ	افطاری گھنٹہ
جمعہ	۱۷ جنوری	یکم رمضان	۳۷	۵	۲۴	۵
ہفتہ	۱۸ ″	۲	۳۷	۵	۲۵	۵
اتوار	۱۹ ″	۳	۳۷	۵	۲۶	۵
پیر	۲۰ ″	۴	۳۷	۵	۲۷	۵
منگل	۲۱ ″	۵	۳۷	۵	۲۸	۵
بدھ	۲۲ ″	۶	۳۶	۵	۲۹	۵
جمعرات	۲۳ ″	۷	۳۶	۵	۳۰	۵
جمعہ	۲۴ ″	۸	۳۶	۵	۳۰	۵
ہفتہ	۲۵ ″	۹	۳۵	۵	۳۱	۵
اتوار	۲۶ ″	۱۰	۳۵	۵	۳۲	۵
پیر	۲۷ ″	۱۱	۳۴	۵	۳۳	۵
منگل	۲۸ ″	۱۲	۳۴	۵	۳۴	۵
بدھ	۲۹ ″	۱۳	۳۳	۵	۳۵	۵
جمعرات	۳۰ ″	۱۴	۳۳	۵	۳۶	۵
جمعہ	۳۱ ″	۱۵	۳۲	۵	۳۷	۵
ہفتہ	یکم فروری	۱۶	۳۲	۵	۳۸	۵
اتوار	۲ ″	۱۷	۳۲	۵	۳۹	۵
پیر	۳ ″	۱۸	۳۱	۵	۳۹	۵
منگل	۴ ″	۱۹	۳۱	۵	۴۰	۵
بدھ	۵ ″	۲۰	۳۰	۵	۴۱	۵
جمعرات	۶ ″	۲۱	۳۰	۵	۴۲	۵
جمعہ	۷ ″	۲۲	۲۹	۵	۴۳	۵
ہفتہ	۸ ″	۲۳	۲۹	۵	۴۴	۵
اتوار	۹ ″	۲۴	۲۸	۵	۴۵	۵
پیر	۱۰ ″	۲۵	۲۷	۵	۴۶	۵
منگل	۱۱ ″	۲۶	۲۶	۵	۴۷	۵
بدھ	۱۲ ″	۲۷	۲۶	۵	۴۷	۵
جمعرات	۱۳ ″	۲۸	۲۵	۵	۴۸	۵
جمعہ	۱۴ ″	۲۹	۲۴	۵	۴۹	۵
ہفتہ	۱۵ ″	۳۰	۲۳	۵	۵۰	۵
×	×	×	×	×	×	×

شوال کے روزے

یوم	تاریخ عیسوی	تاریخ ہجری	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ
اتوار	۱۶ فروری	یکم شوال	عید الفطر			
پیر	۱۷	۲	۲۱	۵	۵۲	۵
منگل	۱۸	۳	۲۰	۵	۵۲	۵
بدھ	۱۹	۴	۱۹	۵	۵۳	۵
جمعرات	۲۰	۵	۱۸	۵	۵۴	۵
جمعہ	۲۱	۶	۱۷	۵	۵۵	۵
ہفتہ	۲۲	۷	۱۶	۵	۵۶	۵

ضروری ہدایات

لاہور کے علاوہ مغربی پاکستان کے دوسرے شہروں کے اوقات سحری و افطاری کیلئے مندرجہ ذیل منٹ جمع (+) اور منہا (-) کر کے حاصل کئے جا سکتے ہیں

مقامات	اختتام سحری	افطاری	مقامات	اختتام سحری	افطاری
پشاور	+ ۸ منٹ	+ ۱۳ منٹ	خوشاب	+ ۷ منٹ	+ ۸ منٹ
بنوں	+ ۱۳ ″	+ ۱۷ ″	سرگودھا	+ ۸ ″	+ ۸ ″
پاراچنار	+ ۱۴ ″	+ ۲۲ ″	ڈیرہ اسمٰعیلخاں	+ ۱۴ ″	+ ۱۲ ″
میراں شاہ	+ ۱۵ ″	+ ۲۰ ″	ڈیرہ غازیخاں	+ ۱۵ ″	+ ۱۳ ″
کوہاٹ	+ ۹ ″	+ ۱۵ ″	لائلپور	+ ۵ ″	+ ۵ ″
کیمبلپور	+ ۵ ″	+ ۱۰ ″	ملتان	+ ۱۲ ″	+ ۱۰ ″
میانوالی	+ ۱۰ ″	+ ۱۲ ″	منٹگمری	+ ۵ ″	+ ۵ ″
مری	+ ۱ ″	+ ۱۱ ″	بہاولپور	+ ۱۱ ″	+ ۹ ″
راولپنڈی	+ ۲ ″	+ ۸ ″	بہاولنگر	+ ۵ ″	+ ۳ ″
جہلم	+ ۱ ″	+ ۴ ″	رحیم یار خاں	+ ۱۸ ″	+ ۱۵ ″
سیالکوٹ	- ۲ ″	- ۱ ″	خان پور	+ ۱۷ ″	+ ۱۴ ″
جھنگ	+ ۵ ″	+ ۸ ″	شیخوپورہ	+ ۱ ″	+ ۱ ″
گوجرانوالہ	+ ۱ ″	+ ۱ ″	گجرات	+ ۲ ″	+ ۲ ″
مظفرگڑھ	+ ۱۰ ″	+ ۱۰ ″	چترال	+ ۱۱ ″	+ ۱۱ ″
کراچی	+ ۲۷ ″	+ ۲۷ ″	حیدرآباد سندھ	+ ۲۳ ″	+ ۲۳ ″
شکارپور	+ ۱۵ ″	+ ۱۵ ″	سکھر	+ ۱۸ ″	+ ۱۸ ″

تیار کردہ:- احقر الانام غلام قادر اظہر۔ ہیڈ ڈرافٹسمین خالد منزل ایف ۲۷۵۶ لائن سبحان خاں، لاہور ۶